مکّہ مکرّمہ

کے

سبق آموز واقعات

مرتّب

امتیاز احمد

ماسٹر آف فلاسفی (لندن)

مکّہ مُکّرمہ کے سبق آموز واقعات

مصنف:..امتیاز احمد

شہریت:...امریکی

تعلیم:...ماسٹر آف فلاسفی (لندن)

تجربہ:

۱۔ ہیڈ آف فزکس ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ ڈگری کالج، اسلام آباد، پاکستان

۲۔ پرنسپل اسلامک اسکولز۔ امریکہ

۳۔ جنرل منیجر مرسی انٹرنیشنل (Mercy Inetrnational) اسلامی رفاعی ادارہ امریکہ

۴۔ بانی توحید مسجد آف فارمینگٹن ہل میشیگن (Farmington Hill, Michigan)
اینڈ توحید مسجد آف ڈیٹرائٹ میشیگن امریکہ (Detroit, Michigan)

۵۔ مشیر عربیین ایڈوانس سسٹمز، سعودی عرب (Arabian Advanced Systems)

مصنّف کا پتہ: ص۔ب: 4321، مدینہ منورہ۔ سعودی عرب

ای میل: imtiazahmad_100@yahoo.com

نوٹ: آپ اپنے تاثرات بذریعہ ای میل مصنف کو بھیج سکتے ہیں۔

منسٹری آف انفارمیشن سعودی عرب کا اجازت نامہ

امتیاز احمد، ۱۴۲۴ھ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

احمد، امتیاز

مكه مكرمه كى جند تاريخى واقعات / امتياز احمد

المدينة المنورة-۱۴۲۸ھ

ص: (۱۳۰) ۲۱ X ۱۴ سم الطبعة الأولى: ۱۴۲۸ھ

ردمك: ۰-۱۴۶-۵۸-۹۹۶۰-۹۷۸

۱۔ فضائل مكة المكرمة ۲۔ مكة المكرمة-تاريخ أ۔ العنوان

ديوى ۱۲۱، ۹۵۳ ۱۴۲۸/۴۵۴۶

رقم الايداع: ۱۴۲۸/۴۵۴۶

ردمك: ۰-۱۴۶-۵۸-۹۹۶۰-۹۷۸

فہرست

مقدمہ ۴

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بچپن سے آغازِ نبوت تک) ۵

اسراء اور معراج.. ۲۳

عالیشان فتح (صلح حدیبیہ) ۳۹

فتح مکہ ۵۰

خطبہ حجۃ الوداع ۵۸

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُمت مسلمہ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنی تاریخ سے آگاہ رہے۔ کسی بھی قوم کی تاریخ اس کو گزشتہ کامیابیوں اور ناکامیوں کے راز اور اچھائی اور بُرائی کی تمیز سکھاتی ہے۔

مکہ مکرمہ کے زائرین اپنے نرم دلوں کے ساتھ حج یا عمرہ ادا فرماتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ زائرین اس موقع پر اس مقدس مقام میں وقوع پذیر واقعات پر غور وفکر کریں تو انشاء اللہ ان کی روحانیت میں اضافہ ہوگا۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت کم زائرین اسلامی تاریخ کی کتابیں خریدنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو خریدتے ہیں انہیں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران پڑھنے کا وقت نہیں ملتا۔ میں نے مکہ مکرمہ کے چند تاریخی واقعات کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تاکہ یہ نرم دل زائرین اس مقدس مقام میں قیام کے دوران ان غیر معمولی تاریخی واقعات سے استفادہ کرسکیں۔

میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو شرف قبولیت بخشیں اور قارئین سے درخواست ہے کہ مکہ مکرمہ میں اور دیگر جگہوں میں میری مغفرت کی دعا فرمادیں۔

۱۰ دسمبر ۲۰۱۰ء

امتیاز احمد

مہاجر مدینہ منورہ

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(بچپن سے آغازِ نبوت تک)

اکثر علماء کے قول کے مطابق رسول اکرم ﷺ سوموار صبح کے وقت ۹ ربیع الاوّل (۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء) کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش اصحاب الفیل کے واقعہ کے پچاس یا پچپن دن بعد ہوئی۔ آپ کے دادا عبدالمطلب صاحب نے آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ عبدالمطلب صاحب ایک معزز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے والد صاحب کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ صاحب بہت غریب تھے اور وہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہوگئے تھے۔ پس آپ ﷺ پیدائش کے وقت ہی یتیم تھے۔

دیہاتی دایہ:

عربوں کا رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دیہاتی دایہ کے پاس بھیجتے تھے۔ تاکہ بچے شہری امراض سے دور رہیں اور گھوارے میں ہی مضبوط جسم بن جائے۔ حسبِ معمول دیہاتی دائیاں مکہ مکرمہ آئیں۔ انہوں نے امیر گھروں کے بچے گود میں لے لئے۔ حضرت محمد ﷺ کو کسی نے نہ لیا۔ حلیمہؓ نامی دایہ کو کوئی بچہ نہ ملا تو اس نے اس خیال سے حضرت محمد ﷺ کو لے لیا تاکہ اس طرح قریش جیسے معزز خاندان سے تعلقات پیدا کر لے گی۔ حلیمہؓ کے مکے سے گھر کی طرف سفر کے دوران کئی غیر معمولی واقعات رونما ہوئے:۔

۱۔ حلیمہؓ اور حضرت محمد ﷺ ایک ناتواں گدھے (بعض روایات میں اونٹنی) پر سوار تھے۔ اس گدھے (اونٹنی) میں طاقت اور تیز رفتاری آ گئی۔ اس نے باقی سواروں کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا۔

۲۔ حلیمہؓ کی چھاتی میں دودھ کا نام ونشان نہ تھا۔ اس کا اپنا بچہ بھوک، پیاس سے رو رہا

تھا۔ جب حلیمہؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا۔ اس کی چھاتی دودھ سے بھر گئی۔ اس نے اپنے بچے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا اور وہ سکون سے سو گئے۔

۳۔ حلیمہؓ کی اونٹنی کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا۔ جب حلیمہؓ نے اس یتیم بچے کو گود میں لیا تو اس کی اونٹنی کے پستان بھی دودھ سے بھر گئے اور حلیمہؓ اور اس کے خاوند نے خوب پیٹ بھر کر اونٹنی کا دودھ پیا۔

۴۔ جب حلیمہؓ گھر پہنچی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حلیمہؓ کی بنجر زمین سرسبز وشاداب ہوگئی اور اب ان کے مویشیوں کے کھانے کے لئے ہر وقت گھاس موجود رہتی۔ دو سال کے بعد حلیمہؓ اس بابرکت بچے کو لیکر اس کی امی صاحبہ کے پاس پہنچی اور بچے کو دو یا تین سال مزید گاؤں میں رکھنے کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امی آمنہؓ صاحبہ نے اجازت دے دی۔

۵۔ جیسا کہ مسلم میں درج ہے۔ انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے بچوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے۔ جبرائیلؑ وہاں تشریف لائے اور انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل باہر نکالا۔ پھر دل سے ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا یہ تم میں شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل کو زمزم کے پانی سے دھونے کے بعد دل کو اس کی جگہ لوٹا دیا۔ ادھر بچے دوڑتے ہوئے مائی حلیمہؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حلیمہؓ کے گھر کے لوگ فوراً موقع پر پہنچے۔ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ قدرے اترا ہوا تھا۔ حلیمہؓ نے مناسب سمجھا کہ بچے کو واپس ماں کے پاس پہنچا دے۔

ایک بے کس یتیم:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ماں کے پاس چھ سال کی عمر تک رہے۔ آمنہؓ صاحبہ کی غربت کا یہ عالم تھا کہ اکثر گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ مجبور ہو کر وہ بچے کے ہمراہ اپنے میکے مدینہ منورہ چلی گئی تا کہ کھانے پینے کو کچھ تو ملے۔ آمنہؓ صاحبہ مدینہ منورہ میں بیمار ہوگئیں اور مکہ مکرمہ واپسی کا ارادہ کیا اس سفر کے دوران وہ فوت ہوگئیں اور ابوا کے مقام پر دفن کر دی گئیں۔

اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں طرف سے یتیم ہو گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت غمگین ہو گئے۔ وہ بچوں سے گھل مل کر نہ کھیلتے بلکہ تنہائی میں اپنا وقت گزارتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی شروع کر دی لیکن دادا بھی ایک سو دس سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب صاحب بچے کو اپنے گھر لے گئے۔

ابو طالب صاحب ایک اچھے آدمی تھے اور قریش کے سردار مانے جاتے تھے۔ لیکن ابو طالب صاحب بھی بہت غریب تھے یہاں تک کہ اپنے بیوی بچوں کے لئے بھی گھر میں خوراک میسر نہ تھی۔ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کی عمر میں اپنا پیٹ پالنے کے لئے دوسروں کی نوکری کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے لوگوں کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح سویرے بھیڑوں اور بکریوں کو لے کر صحرا میں جاتے۔ سارا دن تپتے صحرا میں ننگے پاؤں گزارتے۔ درختوں کے پتے اور دیگر نباتات کھا کر اپنا پیٹ بھرتے اور بھیڑ یا بکری کا دودھ پیتے۔ رات کو اپنا سر چھپانے کے لئے ابو طالب صاحب کے گھر جا کر سو جاتے۔

بعض اوقات یہ خیال آتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے کس یتیم کیوں بنایا اس کی وجہ تو اللہ ہی جانتے ہیں۔ لیکن غالباً ایک وجہ یہ ہے کہ جب تک کوئی خود یتیم نہ ہو۔ اس کو ایک یتیم کی بے بسی اور تکالیف کا صحیح معنوں میں احساس نہیں ہوتا۔ بہت عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے غنی ہو گئے۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿٨﴾

”کیا تمہارے ربّ نے تم کو یتیم نہیں پایا۔ پھر ٹھکانا فراہم کیا اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت دی اور تم کو نادار پایا سو غنی کر دیا۔“ (الضحیٰ: ۶۔۸)

صحرا نشینی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدرت کے مناظر و مشاہدات پر غور و خوض کرتے رہتے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوچ پختہ سے پختہ تر ہوتی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طفلانہ زندگی میں ہی ایک پختہ کار شخص کی طرح عقل و فراست کے حامل ہو گئے۔

ایک راہب کی نصیحت:

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بھی آپ کی مدبرانہ سوچ و بچار سے بہت متاثر ہوئے اور شام کے ایک تجارتی سفر میں آپ ﷺ کو ساتھ لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ جب یہ تجارتی قافلہ بصرہ پہنچا تو ایک نامور راہب بحیرہ نے اس قافلہ کی میزبانی کی اور اس نے حضرت محمد ﷺ کو آپ کے اوصاف کی بنا پر پہچان لیا، اس نے ابو طالب صاحب سے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو رحمۃ العالمین بنا کر بھیجے گا۔ ابو طالب صاحب نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہے؟ راہب نے کہا یہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے اور میں آپ ﷺ کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو آپ ﷺ کے کندھے کے نیچے نرم ہڈی کے پاس سیب کی طرح ہے۔ راہب نے ابو طالب صاحب کو نصیحت کی کہ انہیں شام نہ لے جاؤ کیونکہ یہود سے خطرہ ہے۔ ابو طالب صاحب نے راہب کی نصیحت کے مطابق آپ ﷺ کو واپس مکہ بھیج دیا۔

ایک قابل رشک نوجوان:

اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں پولیس وغیرہ کا کوئی نظام نہ تھا۔ ہر قبیلہ اپنے مسائل کو اپنی استطاعت کے مطابق خود ہی حل کرتا تھا۔ جب ایک طاقتور قبیلہ ایک کمزور قبیلے پر زیادتی کرتا تو کمزور قبیلہ بے بس ہو کر بیٹھ جاتا۔ مثلاً ایک امیر آدمی نے ایک غریب آدمی کی لڑکی جبراً اٹھا لی۔ اس غریب آدمی کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ اپنی مظلوم لڑکی کو حاصل کر سکے۔ حضرت محمد ﷺ غریبوں پر یہ ظلم و ستم نہ دیکھ سکے۔ یہ آپ ﷺ کی جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ ﷺ نے چند نوجوانوں کو جمع کیا اور ایک ایسا ادارہ قائم کیا جو کمزور اور مظلوم افراد کی بغیر کسی اُجرت کے مدد کرتا۔ یہ ادارہ اپنے مقاصد میں بہت کامیاب ہوا۔ اس سے مظلوموں کی داد رسی ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی سوچ اور عمل سے مکہ مکرمہ کے سماجی نظام میں انقلاب برپا کر دیا۔ معاشرتی سماجی اور روایتی زنجیروں کو توڑنا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن آپ ﷺ جوانی میں ہی اتنا بڑا کارنامہ کر کے مظلوموں اور بے کسوں کا سہارا بنے۔

ایک ایماندار سوداگر:

آپ ﷺ کی ایمانداری، اعلیٰ اخلاق اور مدبرانہ سوچ کے باعث آپ ﷺ نے ہر شہری کے دل میں گھر کرلیا۔ مکہ مکرمہ میں خدیجہ نامی ایک بیوہ عورت تھیں اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کا مال تجارت کے لئے شام لے جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی پیشکش قبول کر لی۔ شام کے سفر کے دوران آپ ﷺ کا گزر دوبارہ اسی جگہ سے ہوا۔ بحیرہ فوت ہو چکا تھا۔ لیکن ایک اور راہب نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور بحیرہ کے الفاظ دہرائے اور پھر کہا کہ عنقریب ایک نبی آنے والے ہیں جو کہ بت پرستی کو ختم کر کے ایک سچے دین کا پرچار کریں گے۔

جب آپ ﷺ تجارتی مال لیکر شام پہنچے تو تجارتی کاروبار میں بہت منافع ہوا۔ خدیجہؓ بہت خوش ہوئیں اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ دوبارہ ان کے تجارتی وفد کی قیادت کریں۔ آپ نے اُن کی اس پیشکش کو بھی قبول کر لیا۔ خدیجہؓ کا میسرہ نامی غلام دونوں سفروں میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ دوسری بار بھی تجارت میں خوب منافع ہوا۔ مکہ پہنچ کر میسرہ نے آپ ﷺ کے حسن، اخلاق، ایمانداری اور دیگر اوصاف کا خدیجہؓ صاحبہ سے تذکرہ کیا۔ خدیجہؓ صاحبہ ایک مالدار عورت تھیں، بڑے بڑے سردار ان سے شادی کے خواہاں تھے۔ لیکن انہوں نے کسی کا پیغام قبول نہ کیا۔ اس وقت خدیجہؓ صاحبہ کی عمر چالیس سال تھی اور وہ دو بار پہلے شادی کر چکی تھیں۔ ان کے دونوں خاوند فوت ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ خدیجہؓ صاحبہ نے آپ ﷺ کے گرانقدر اوصاف کی بنا پر آپ ﷺ سے شادی کا فیصلہ کرلیا۔ پہلے اپنے غلام میسرہ کے ذریعے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا۔ لیکن آپ ﷺ نے میسرہ کو نہ ہاں کی اور نہ ہی بالکل انکار کیا۔ اب خدیجہؓ صاحبہ نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ بنت منبہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ کچھ بات چیت کے بعد آپ ﷺ خدیجہؓ صاحبہ سے شادی کرنے پر رضامند ہو گئے۔

شادی کے فوراً بعد آپ ﷺ نے دو اہم کام کیے:

۱۔ اب چونکہ آپ ﷺ کی مالی حالت بہتر ہوگئی اس لئے آپ ﷺ نے اپنے چچا

ابو طالب صاحب کی مدد کے لئے ان کے بیٹے علیؓ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اس طرح علی بن ابو طالب نے بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تربیت حاصل کی۔ جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

۲۔ خدیجہؓ نے اپنے غلام زید بن حارثؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثؓ کو آزاد کر دیا۔ زید بن حارثؓ نے آزاد ہونے کے بعد بھی اپنے والدین کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور خدمت کو ترجیح دی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ مکہ مکرمہ میں دو حادثے ہوئے۔ کعبہ شریف کی عمارت میں آگ لگ گئی۔ دوسرے بارش کے سیلاب سے کعبہ شریف کا کچھ حصہ مسمار ہو گیا۔ قریش نے کعبہ کی دوبارہ تعمیر شروع کی۔ جب حجر اسود کو کعبہ کی دیوار میں رکھنے کی نوبت آئی تو ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ یہ اعزاز اسے ملے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قریش کے قبیلوں میں جھگڑا ہوا۔ عنقریب تھا کہ حرم شریف میں ہی خون خرابہ ہو جاتا۔ لیکن ابو اُمیہ مخزومی نے یہ رائے دی کہ اگلے روز مسجد حرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہو اسے اپنے جھگڑے کا حاکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز قبول کر لی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ کہنے لگے۔ یہ امین ہیں۔ یہ یقینا امین ہیں۔ ہم ان سے راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھگڑے کی تفصیل سنی اور فرمایا۔ ایک چادر لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کو زمین پر بچھا دیا اور اس پر حجرِ اسود رکھا۔ پھر سب قبائل کے سرداروں کو کہا کہ چادر کا کنارہ پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرِ اسود کو اپنے دست مبارک سے پکڑ کر کعبہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔ اس پر سارے قبیلے راضی ہو گئے۔ (بخاری)

پہلی وحی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوچ کا انداز اپنی قوم سے مختلف تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے علیحدگی اور تنہائی کو پسند کرنے لگے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً دو میل دور غار حرا میں وقت گزارتے۔ مشاہدات کائنات کو دیکھتے اور ان پر غور و خوض کرتے۔ اس خلوت نشینی کے تیسرے

سال رمضان المبارک کی اکیس تاریخ کو (۱۰ اگست ۶۱۰ء) رات کے وقت ایک فرشتہ آپ کے پاس غار حرا میں آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ اس نے کہا پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر زور سے دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دبوچا اور کہا پڑھو۔ فرشتے نے سورہ العلق کی پہلی پانچ آیات تلاوت کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بفضل اللہ فرشتے کے ساتھ مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ ② اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ربّ کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا ربّ بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔'' (سورہ العلق: ۱۔۵)

دو اہم نکتے:

اللہ کی شان دیکھیے کہ وحی کا پہلا لفظ پڑھو ہے۔ جس سے صاف واضح ہے کہ اسلامی علم کا حاصل کرنا اور تعلیم و تبلیغ نہایت ضروری ہے۔ بعض علماء کے مطابق اسلامی تعلیم کا حاصل کرنا انسان پر فرض ہے۔ قرآن پاک کی کئی دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے کہ کسی عمل سے پہلے اس سے متعلقہ علم سیکھنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ جہالت کی بنا پر غلط عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ سوچئے اسلام ہی صرف ایسا دین ہے جس نے پہلی وحی میں ہی اسلامی تعلیم و تربیت کی اہمیت بتا دی۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایک معلم یا استاد بن کر آیا ہوں۔

دوسری بات یہ کہ ہمیں اپنے ہر عمل کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے نام سے کرنا چاہیے۔ اس سے انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک مسلمان اپنا کھانا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرے تو وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے جس نے اس کھانے کے اجزاء کو پیدا کیا۔ بالآخر کھانے کی شکل میں

تیار کر کے اپنے بندے کو کھانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے اپنے عمل کو شروع کرنے میں بہت برکت ہے۔ دراصل یہی وہ عمل ہے جس سے ایک اچھے مسلمان اور کافر میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ یہ عمل ہر مسلمان کے اخلاص اور ایمانی قوت کا مظہر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سبق اور ان کے فوائد ہمیں پہلی ہی وحی میں سکھا دیے۔

ایک قابل رشک بیوی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلی وحی کے بعد گھر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل دھک دھک کر رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس عجیب وغریب واقعہ سے کپکپی طاری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت فکرمند تھے۔ آخر یہ ہوا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس واقعہ کو اپنی اہلیہ صاحبہ سے بیان فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فکرمند نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کردار نہایت اعلیٰ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں یعنی رشتہ داروں کے حقوق کا بہت خیال کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غریب اور کمزور کی مدد فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت مہمان نواز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچائی کی ہر بات کو فروغ دیتے ہیں۔ پس خدیجہؓ نہ صرف ایک مخلص، سمجھدار اور بے مثال بیوی تھیں بلکہ آپ پہلی مسلمان خاتون تھیں جو دل وجان سے فی الفور ایمان لے آئیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مزید تسلی کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نافل کے پاس لے گئیں جو کہ صحیح عیسائیت پر قائم تھا۔ جب ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کہانی سنی تو کہنے لگا: سنو یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے گھر سے نکال دینگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کیا واقعی لوگ مجھے اپنے گھر سے نکال دینگے؟ ورقہ بن نوفل نے کہا ہاں۔ جب بھی کوئی شخص اس طرح کا پیغام لاتا ہے۔ تو لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبردست مدد کروں گا۔ اس ملاقات کے چند روز بعد ورقہ بن نوفل فوت ہو گیا۔

پس حضرت خدیجہؓ نہایت فہمیدہ، دُور اندیش اور باہمت عورت تھیں۔ یہی نہیں بلکہ

حضرت خدیجہؓ نے اپنی ساری دولت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی مدد سے لوگوں میں اس نئے دین کی تبلیغ کر سکیں۔ یاد رہے کہ خدیجہؓ بہت مالدار تھیں اور انہیں دنیاوی سب آسائشیں میسر تھیں۔ لیکن خدیجہؓ نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا بلکہ سب مصائب کو خندہ پیشانی سے سہتی رہیں۔ مثلاً جب اہل مشرکین مکہ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف مکمل بائیکاٹ کیا اور وہ تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ فاقہ کشی کا یہ عالم تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کی آوازیں اس گھاٹی سے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ خدیجہؓ نے بھی یہ تین سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس گھاٹی میں گزارے۔

حضرت خدیجہؓ کو ستانے کے لئے مشرکین نے ان کی دو بیٹیوں کو طلاق دے دی۔ خدیجہؓ نے بیٹی رقیہؓ کی عثمان بن عفانؓ سے شادی کردی۔ اِس پر ان دونوں کو اور زیادہ اذیتیں پہنچائی گئیں۔ بالآخر رقیہؓ اور عثمان بن عفانؓ نے مجبور ہو کر حبشہ ہجرت کی۔

اللہ تعالیٰ کو خدیجہؓ کا ایمان، صبر اور اخلاص بہت پسند تھا۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرائیلؑ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھے۔ جبرائیلؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ خدیجہؓ ایک برتن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا لا رہی ہیں۔ جب وہ یہاں پہنچیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کا اور میرا اسلام پہنچایئے اور انہیں یہ خوشخبری بھی سنایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا ہے جو کہ قیمتی جواہرات سے مزین ہے۔ یہ گھر اتنا پُرسکون ہے کہ وہاں کسی قسم کا شوروغل نہیں اور اس جنتی گھر میں رہائش کے دوران خدیجہؓ کو کبھی کسی قسم کی تکلیف یا تھکاوٹ نہ ہوگی۔ سوچیے کہ خدیجہؓ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی معزز و مکرم خاتون تھیں۔ (مسلم)

اگر مکہ مکرمہ کی زائرین خواتین اور دیگر مسلم خواتین اپنے بھلے خاوندوں کا خدیجہؓ کی طرح ساتھ دیں اور تہذیبی، معاشرتی اور دوسرے بندھنوں سے بالاتر ہو کر ہر حق بات پر ڈٹ جائیں تو انشاء اللہ وہ بھی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گی اور اپنے کنبے اور اسلامی سوسائٹی کی اصلاح کرنے میں بہت اہم کردار ادا کریں گی اور مکہ مکرمہ سے واپس وطن لوٹنے پر انشاء اللہ اپنی اور

اپنی سوسائٹی کی کایا پلٹ دیں گی۔

کچھ عرصے بعد دوسری وحی آئی جو کہ مختصر اور سادہ تھی لیکن اس کا پیغام نہایت انقلابی اور دورس تھا۔ اس وحی کی آیات یہ تھیں:

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَأَنذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝٦ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧

"اے لحاف میں لپٹنے والے! اُٹھو اور خبردار کرو اور اپنے ربّ ہی کی بڑائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو اور اپنے آپ کو ہر قسم کی گندگی سے دور رکھو اور اس غرض سے احسان مت کرو کہ زیادہ فائدہ حاصل ہو اور اپنے ربّ کی خاطر صبر کرو۔" (المدثر: ۱۔۷)

ان آیات کا طریقہ کلام ہی ملٹری یا جہاد کے احکام کی طرح ہے۔ ان آیات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ آرام کی زندگی کو خیرباد کہہ دیجئے۔ اُٹھیے اور اللہ کی راہ میں جہاد نفس کر کے اللہ کے کلام کو لوگوں تک پہنچائیے۔

۲۔ اُٹھیے اور لوگوں کو اللہ کی نافرمانی کے نتائج سے ڈرائیے۔ پس اس آیت کریمہ میں قیامت اور جہنم کا ذکر موجود تھا۔ اغلباً صرف ڈرانے کا ذکر اس لئے ہے کیونکہ ابھی تک اکثر لوگ کافر تھے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اللہ کی بڑائی اور توحید بیان فرماویں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں۔

۴۔ اپنی باطنی ظاہری اور روحانی صفائی کا اتنا اہتمام کریں کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑتے آئیں۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں سے دور رہے۔

۶۔ اپنے کارناموں پر فخر نہ کریں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے فکر سے پورے اخلاص اور جوش وخروش سے مزید جہاد نفس پر جم جائیں۔

۷۔ اس جہاد کے دوران بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرینگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ

کی رضا، خوشنودی اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے نہایت صبر سے کام لیں۔

پس ان سادہ مگر جامع اور فصیح و بلیغ آیات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تبلیغ کرنے کی تلقین کی۔ اس میں دعوت اسلام کے مقاصد بھی بتا دیئے گئے اور قیامت کے دن سزا و جزا کی تنبیہ بھی کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تئیس سال انہی مقاصد کے حصول کے لئے دن رات کوشاں رہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کریمہ کے مطابق تعلیم و تبلیغ کریں تا کہ آخرت میں فلاح پا سکیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور اس مضمون کے پڑھنے والوں کو اجتماعی طور پر اشاعتِ اسلام اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما دیں۔ آمین

ائمہ کرام مسجد الحرام۔ مکہ مکرمہ (۲۰۱۰ء)

۱۔ الشیخ / محمد بن عبداللہ السبیل۔ چیئرمین امور حرمین شریف۔

۲۔ الشیخ / صالح بن حیدر رئیس مجلس شوریٰ۔

۳۔ الشیخ / صالح بن آل طالب۔ جج ہائی کورٹ۔ مکہ مکرمہ۔

۴۔ الشیخ ڈاکٹر / سعود بن ابراہیم الشریم (جج ہائی کورٹ۔ مکہ مکرمہ۔ ریٹائرڈ)۔

۵۔ الشیخ ڈاکٹر / عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس۔ پروفیسر جامعہ اُم القریٰ۔ مکہ مکرمہ۔

۶۔ الشیخ ڈاکٹر / اسامہ بن عبداللہ خیاط۔ پروفیسر جامعہ اُم القریٰ۔ مکہ مکرمہ۔

۷۔ الشیخ ڈاکٹر / ماہر المعیقل۔ پروفیسر جامعہ اُم القریٰ۔ مکہ مکرمہ۔

۸۔ الشیخ ڈاکٹر / عواد بن عبداللہ الجہنی۔ پروفیسر جامعہ اُم القریٰ۔ مکہ مکرمہ۔

۹۔ الشیخ ڈاکٹر / فیصل الغزاوی۔ پروفیسر جامعہ اُم القریٰ۔ مکہ مکرمہ۔

۱۰۔ الشیخ ڈاکٹر۔ خالد الغامدی۔ پروفیسر جامع اُم القریٰ۔ مکہ مکرمہ۔

بیت اللہ کے پاس ایک مکالمہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکی زندگی کے دوران مشرکین مکہ مسلمانوں کو بہت اذیت پہنچاتے اور ہر طرح سے رسوا اور ذلیل کرنے کی کوشش کرتے تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو کر آبائی مذہب کی طرف لوٹ آئیں۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی تھی بلکہ مشرکین کے اکابرین میں سے عمرؓ اور حمزہؓ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اب مشرکین کو سمجھ آگئی کہ وہ اس کارِ خیر کو نہیں روک سکتے۔ پس اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی گفت وشنید کا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔

ایک دن مشرکین کا ایک ٹولا حرم شریف کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی حرم شریف کے ایک دوسرے کونے میں اکیلے بیٹھے ہیں۔ مشرکین کے لیڈر عتبہ بن ربیعہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دیکھو! وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکیلے بیٹھے ہیں۔ کیوں نہ میں ان سے بات چیت کروں اور کچھ ایسی پیشکش کروں جو ان کو بھلی لگے اور وہ اسے قبول کر لیں۔ اس طرح ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ سب کو یہ رائے پسند آئی اور عتبہ بن ربیعہ چند قدم چل کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور یوں بولا:

''اے میرے بھتیجے! ہماری پوری قوم آپ کی بہت عزت کرتی ہے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک نئے مذہب کا پرچار شروع کیا ہے جس سے ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے معبودوں اور مذہب پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مہربانی فرما کر میری بات کو غور سے سنیے۔ میں آپ کو چند تجاویز پیش کروں گا، اُن پر عمل فرمایئے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ان میں سے کوئی بات بھلی لگے۔'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''عتبہ! کہو جو کہنا چاہتے ہو، میں غور سے سنوں گا۔''

عتبہ بن ربیعہ نے کہا: ''اے میرے بھتیجے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس نئے مذہب کے ذریعے

دولت اکٹھی کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ ﷺ کے پاس اتنی دولت جمع کر دیں گے کہ آپ ﷺ ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جائینگے۔ اگر آپ ﷺ ایک اعلیٰ مرتبہ کے خواہاں ہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا لیڈر مقرر کرتے ہیں اور ہم آپ ﷺ کی رضا مندی کے بغیر کوئی معاملہ طے نہ کریں گے۔ آگر آپ ﷺ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا بادشاہ بنانے کو تیار ہیں۔ اگر آپ ﷺ کے اندر کوئی جن بھوت داخل ہو گیا ہے تو ہم آپ ﷺ کا علاج کرانے کو تیار ہیں۔ اور اس علاج معالجے پر جتنا بھی خرچ ہو ہم ضرور خرچ کرینگے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ دوبارہ صحت مند ہو جائینگے۔''

رسول اکرم ﷺ نے اُس کی بات غور سے سنی اور فرمایا: ''عتبہ کیا تمہاری بات ختم ہو گئی۔'' اُس نے کہا ''جی ہاں''۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا اب میرا جواب سنو گے''۔ اُس نے کہا 'ضرور'۔ رسول اکرم ﷺ نے عتبہ کے سامنے سورہ حٰم سجدہ کی پہلی ۳۸ آیات کی تلاوت فرمائیں۔ (ابنِ اسحاق)۔ رسول اکرم ﷺ کی اس تقریر میں بہت اہم نکات ہیں میں ان کو بالترتیب نیچے درج کرتا ہوں:

۱۔ ہم اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

۲۔ اگلی چند آیات میں اللہ تعالیٰ ان مشرکین مکہ کی ذہنی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ سنو قرآن تمہاری زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس میں واضح ہدایت ہے۔ یہ مومنین کو جنت کی بشارت دیتا ہے اور کافروں کو سزا کی تنبیہ کرتا ہے۔ تم اسے سننے کے لئے بھی تیار نہیں بلکہ نہایت گستاخانہ انداز میں کہتے ہو کہ ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہو گیا ہے سو تم بھی اپنا کام کیے جاؤ اور ہم اپنا کام کیے جائینگے۔ (حٰم سجدہ: ۱۔۵)

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۞

حم سجدہ: ۱۔۵ رحمن ورحیم کی طرف سے ایک ایسی کتاب نازل کی جارہی ہے جس میں احکام کھول کھول کر بیان کیے گئے ہیں۔قرآن عربی میں ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ (یہ) بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا ہے پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا اور وہ اسے سننے تک کو تیار نہیں اور کہتے ہیں کہ ان باتوں کے لئے جن کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور ہمارے کان بہرے ہوگئے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہوگیا ہے۔تو تم بھی اپنا کام کیے جاؤ ہم اپنا کام کیے جائینگے۔

۳۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گستاخانہ رویے کو نظر انداز کر کے نہایت مشفقانہ انداز میں یہ جواب دیا۔ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہی ہوں۔ البتہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔(حم سجدہ:٦)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہیے کہ بس میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں۔ مجھے بذریعہ وحی بتایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک اللہ ہی ہے تو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی مانگو اور ان مشرکین کے لئے (بڑی ہی) خرابی ہے۔''

اگلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق بیان کر کے منکرین توحید کو بلیغ انداز میں تنبیہ کی گئی ہے۔ جب تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بے شمار حکمتوں کی بنا پر پیدا کیا ہے پھر تم ایسے بے عقل ہو کہ ایسے عظیم خالق کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو۔ مثلاً ربّ العزت نے زمین میں بسنے والوں کے لئے مناسب رزق اور روزی عطا فرمائی، کہیں معدنیات ہیں اور کہیں نباتات، کہیں درخت زیادہ ہیں اور کہیں جانور زیادہ ہیں۔ اس طرح تقدیر الٰہی سے دنیا کے سب ملکوں میں باہمی تجارت اور تعاون کی راہیں کھلتی ہیں اور کوئی خطہ اپنے آپ کو دوسرے خطے سے بے نیاز نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایک ایسی جگہ بنا دیا ہے کہ وہ قیامت تک آنے والے انسانوں اور جانوروں کی ضروریات پوری کر سکے۔

۵۔ اب اگر تم دلائل توحید سن کر بھی توحید کا انکار کرو گے تو تم پر عاد اور ثمود کی طرح کا عذاب آسکتا ہے۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾

''پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہو تمہیں کڑک والے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ویسا ہی عذاب جو ٹوٹ پڑا عاد اور ثمود پر۔'' (حم سجدہ: ۱۳)

بزار اور بغوی نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مندرجہ بالا آیت کریم پڑھی تو عتبہ نے اپنا ہاتھ رسول اکرم ﷺ کے منہ پر رکھ دیا اور اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ اب آپ ﷺ اور کچھ نہ کہیے۔

۶۔ قیامت کے دن انسان کے کان، آنکھیں اور اس کی جلد اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ گویا ہمارے اعضاء اللہ تعالیٰ کے خبر رساں اور سکیورٹی والے سپاہی ہیں۔ پس انسان اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ سے کسی طرح بھی پوشیدہ نہیں رکھ سکے گا۔ جیسا کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کو کہا جائے گا کہ تو بول اور اس کے اعمال بیان کر۔ تو انسان کی ران، گوشت اور ہڈی سب اس کے اعمال کی گواہی دینگے۔ (مسلم) مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ کفار کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے گناہوں کا انکار کریں گے۔

۷۔ مشرکین ایک اور شرارت بھی کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾

''اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھ کر سنایا جائے، اس میں شور و غل مچا دو شاید کہ تم (اس تدبیر سے) غالب آجاؤ (اور پیغمبر ہار کر خاموش ہو جاویں)۔'' (حم سجدہ: ۲۶)

ہم یہ معاملہ ان دنوں بھی مغربی ممالک میں دیکھتے ہیں کہ بعض کافرین اذان اور نماز میں قرآن کی تلاوت کے دوران شور و غل مچاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے لئے بھی یاد دہانی ہے یہ کہ قرآن کی تلاوت کے دوران بات کرنا ممنوع ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے برے اعمال کی سخت سزا دینگے:

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۙ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾

''ہم کافروں کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے اور ہم انہیں ان بدترین حرکتوں کی جو وہ کرتے ہیں ضرور ضرور سزا دینگے۔'' (حم سجدہ: ۲۷)

۹۔ اگلی چھ آیات میں مومنین کے لئے دنیا و آخرت میں اعزاز و اکرام کا بیان ہے۔ یاد رہے کہ مکمل مومن وہی ہے جو خود نیک عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾

''اور اس سے اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں یقیناً فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' (حم سجدہ: ۳۳)

اللہ تعالیٰ ایسے مومنین کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے شہادت دی کہ ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (یہ کہتے ہوئے) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور تمہیں وہاں پر وہ چیز ملے گی جس کو تمہارا جی چاہے گا اور تمہیں وہاں ہر وہ چیز ملے گی جو تم منگواؤ گے۔ یہ اس ہستی کی طرف سے مہمان نوازی ہوگی جو غفور اور رحیم ہے۔''
(حم سجدہ: ۳۰۔۳۲)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی دیگر نشانیوں کے علاوہ دن رات اور سورج اور چاند بھی اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا۔ اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے تو۔ (حم سجدہ: ۳۷)

آیت نمبر ۳۸ کی تلاوت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا اور پھر عتبہ سے کہا تم نے میری تقریر سن لی۔ اب جو چاہو کرو۔

عتبہ اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچا تو وہ ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہنے لگے۔ عتبہ کا چہرہ کافی بدلہ ہوا نظر آتا ہے۔ جب عتبہ ان میں بیٹھ گیا تو کہنے لگے۔ اے عتبہ! (اے ابو ولید) کیا خبر لائے ہو؟

عتبہ نے کہا۔ میں نے ایسا کلام سنا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم نہ تو یہ جادو کا کلام ہے نہ شاعر یا کاہنوں کا کلام (وہ جو شیاطین سے حاصل کیا جاتا ہے) اے میرے قریشی بھائیو! تم میری بات مانو اور اس معاملے کو میرے حوالے کر دو۔ میری رائے یہ ہے کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلے اور ایذا سے باز آجاؤ اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ ایک دن ان کے اس کلام کی ضرور قدر اور عزت افزائی ہونیوالی ہے۔ تم ابھی انتظار کرو۔ جزیرہ عرب کے باقی لوگوں کا معاملہ دیکھو۔ اگر قریش کے علاوہ باقی عربوں نے ان کو شکست دے دی تو تمہارا مقصد بغیر تمہاری کسی کوشش کے حاصل ہو جائے گا اور اگر وہ دیگر عربوں پر غالب آگئے تو ان کی حکومت تمہاری ہی حکومت ہوگی اور ان کی عزت سے دراصل تمہارا ہی عزت افزائی ہوگی کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہاری قوم کے فرد ہی تو ہیں۔ پس تم ان کی کامیابی میں خود بخود شریک ہو جاؤ گے۔

عتبہ کے ساتھیوں نے جب یہ تقریر سنی تو کہنے لگے۔ اے ابو ولید! تم پر تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا میری رائے تو یہی ہے جو میں نے تم سے کہہ دی ہے اب تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ (ابن کثیر)

یہ غیر معمولی مکالمہ ہمیں غیر مسلموں کو موثر انداز میں دعوت وتبلیغ کا طریقہ سکھاتا ہے۔ تبلیغ کے دوران ہمیں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا چاہیے:

۱۔ ہمیں ہمیشہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے بات شروع کرنی چاہیے۔

۲۔ ہمیں غیر مسلموں سے انکساری اور شفقت سے بات کرنی چاہیے خواہ وہ کتنے ہی گستاخ

ہوں اور خواہ وہ ہمارا اور ہمارے دین کا مذاق اڑاتے ہوں۔

۳۔ ہمیں توحید کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی صفِ تخلیق اور اس تخلیق میں اللہ کی بیشمار نشانیوں کو بیان کرنا چاہیے جو کہ ہر غیر متعصب شخص کو لا جواب کر دیں گے۔

۴۔ ہمیں انہیں عاد و ثمود جیسی متکبر اور مغرور قوموں کی تباہی کی وجوہات بیان کرنی چاہئیں۔

۵۔ انسان اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا بلکہ قیامت کے دن انسان کے اپنے جسم کے اعضاء ہی اس کے اعمال کی گواہی دینگے اور انسان یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ جائے گا۔

۶۔ قیامت کے دن غیر مسلم دردناک عذاب میں گرفتا ہوں گے۔

۷۔ جبکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا اس دنیا میں اور آخرت میں مددگار ہے اور وہ انہیں دونوں جہانوں میں سکون اور عزت بخشے گا۔

۸۔ دن رات اور سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں ہیں انسان کو چاہیے کہ اس عظیم مخلوق کی عبادت نہ کرے بلکہ اس کے عظیم الشان خالق کی صدق دل سے عبادت کرے۔

نماز جنازہ

حرمین شریفین میں فرض نماز کے بعد اکثر نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ زائرین کرام کو چاہئے کہ امام صاحب کے ساتھ پہلے نماز جنازہ ادا کریں۔ اور دیگر سنتیں اور نوافل اس کے بعد ادا کریں۔ کیونکہ نماز جنازہ کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ واضح رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتیں اور نوافل گھر جا کر ادا کرتے تھے۔

اسراء اور معراج

اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

(ترجمہ) ''وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مبارک سفر کے دو حصے ہیں۔ سفر کا پہلا مرحلہ وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات ہی رات میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ (یروشلم) تک طے فرمایا، یہ سفر اسراء کہلاتا ہے۔ اور سفر مبارک کا دوسرا مرحلہ وہ ہے جو آپؐ نے مسجد اقصیٰ سے اللہ کے دربارِ عالی تک طے فرمایا جسے معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسراء اور معراج کو سمجھنے کے لئے ان حالات اور واقعات کا جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی روشنی میں یہ سفر پیش آیا۔

معراج کے ڈیڑھ سال پہلے کئی واقعات رونما ہوئے۔ مثلاً کفار مکہ نے مومنین پر عرصہ حیات اور زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جب کہ اس زمانے میں مسلمانوں کو ظلم وستم انتہاء سے زیادہ کے باوجود بھی جوابی کارروائی کا حکم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔

فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ

(ترجمہ) ''تو تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ خدا اپنا (دوسرا) حکم بھیجے۔''

(سورۃ البقرہ:۱۰۹)

اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب صاحب کا انتقال ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

دشمنانِ اسلام کے درمیان ابو طالب صاحب ایک ڈھال کی حیثیت رکھتے تھے۔ ابو طالب صاحب کے انتقال کے بعد کافروں کے ظلم و ستم میں اور شدت آ گئی۔

اس سانحہ کے فوراً ہی بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چہیتی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گویا کہ رنج و غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ان المناک واقعات کی وجہ سے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے۔

اس تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے باعث اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشاعت دینِ حق کے لئے طائف کا سفر اختیار فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو طائف کے لوگوں سے ہمدردی اور امداد کا خیال اس لئے بھی آیا کیونکہ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ آمنہ صاحبہ کے کئی سارے رشتہ دار موجود تھے۔

مگر ان بارسوخ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نہ صرف بے رخی اور سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ بلکہ ان لوگوں نے وہاں کے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف بھڑکایا۔ ان بچوں نے پتھر مار مار کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بری طرح زخمی کر دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک سے بہتے ہوئے لہو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جوتے بھر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہر کے باہر ایک باغ میں پناہ لی۔ اس باغ کے مالک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا اور شر پسند بچوں کو ڈرا کر بھگا دیا۔

اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کی کہ طائف کے لوگ حد سے تجاوز کر گئے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم دیں تو ان کی بستی الٹ کر انہیں نیست و نابود کر دوں؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں ساری دنیا کے لئے رحمت اللعالمین بن کر آیا ہوں نہ کہ زحمت۔ بہت ممکن ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں سچائی اور حق کو پہچان کر مسلمان ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا طائف کا یہ دن میرے لئے احد کے دن سے بھی زیادہ سنگین تھا۔ (مسلم)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طائف سے دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا کیونکہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کفارِ مکہ کی نظر میں قبائلی قوانین کے تحت مکہ مکرمہ کے باشندے نہیں رہے تھے بلکہ اجنبی ہو گئے تھے۔ کئی بار کی کوششوں کے بعد

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخلے کی اجازت مل تو گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں قیام کے دوران تبلیغ واشاعت دین سے باز رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی حدود سے باہر بازاروں اور میلوں میں لوگوں کو تبلیغ کرنے لگے۔ کافروں کے اس انتہائی سخت رویے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد صبر وتحمل سے کام لینا پڑتا تھا جس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسراء معراج کا شرف بخشا۔

آیئے اب ہم آپ کو بتائیں کہ اسراء کیا ہے؟

ایک شب حضرت جبرائیل علیہ السلام مسجد حرام میں تشریف لائے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ زم زم سے وضو فرمایئے! پھر حضرت جبرائیلؑ انہیں براق نامی گھوڑے پر سوار کر کے مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے یروشلم میں مسجد اقصیٰ تک لائے۔ یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ بعد میں جبرائیل علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو پیالے پیش کیے۔ ایک میں دودھ تھا، دوسرے میں شراب۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح انتخاب فرمایا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ کے بجائے شراب کا انتخاب فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے گمراہ ہونے کا اندیشہ تھا۔ (ہم سبھی جانتے ہیں کہ شراب کو عربی میں اُم الخبائث یعنی خبیث چیزوں کی ماں کہا جاتا ہے۔ شراب سے پورا معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے)۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی انتہائی بلندیوں تک لے گئے۔ اس سفر کو معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات پہلے آسمان سے لیکر ساتویں آسمان تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف پیغمبروں سے ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔ چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر اپنے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان

تمام پیغمبروں کو سلام کیا اور ان سے بات چیت بھی فرمائی۔

ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دوزخ کے قریب سے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل ؑ سے دوزخ کی ایک جھلک دیکھنے کی فرمائش کی۔ جو کہ پوری کر دی گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مناظر دیکھے:

۱۔ ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے ہونٹ اونٹ کی طرح ہیں۔ وہ بار بار آگ کے گولے اپنے منہ میں ڈالتے ہیں جو کہ ان کی پشت سے خارج ہوتے ہیں۔ حضرت جبرائیل ؑ نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو امانت میں خیانت کیا کرتے تھے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ جن کے پیٹ بہت بڑے اور پھولے ہوئے تھے اور اُونٹ ان کو پاؤں سے روند رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ لوگ سود میں ملوث تھے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے سامنے تازہ اور لذیذ کھانا رکھا تھا، اور قریب ہی گندہ اور بدبودار سڑا ہوا کھانا بھی رکھا تھا۔ یہ لوگ اچھا کھانا چھوڑ کر سڑا ہوا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منکوحہ بیویوں کو چھوڑ کر دوسری عورتوں کے ساتھ حرام کاری کیا کرتے تھے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا، کچھ عورتوں کو ان کی چھاتیوں سے لٹکایا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ ان عورتوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں ساتویں آسمان سے بھی اوپر تشریف لے گئے یہاں سے آگے جانے کی اجازت حضرت جبرائیل امین ؑ کو بھی نہیں تھی۔ یہاں آنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی عجیب وغریب نشانیاں دکھائیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

(ترجمہ) ''ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' (سورۃ النجم: ۱۷۔۱۸)

اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ شخصیت، خود اعتمادی اور کامل ضبط وتحمل ظاہر ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف وہی دیکھا جس کا دیکھنا ضروری تھا اور کوئی غیر ضروری سوال جواب نہیں

ہوا گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حد سے آگے نہیں بڑھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قربت کے ان مختصر لمحات کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین انعامات سے نوازا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ جو کوئی مخلصانہ طور پر کلمۂ شہادت پڑھے گا اسے آخر کار اللہ کے حکم سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۲۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات عطا فرمائیں۔

۳۔ شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں جو بعد میں ایک خصوصی انعام اور رعایت کے طور پر گھٹا کر صرف پانچ کر دی گئیں لیکن ان کے ادا کرنے پر ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی برقرار رہا۔ یہ اللہ کی اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اُمت پر بہت خاص مہربانی ہے کہ پڑھو پانچ لیکن ثواب پچاس نمازوں کا ہی ملے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلاۃ معراج المومنین"

"ترجمہ: "نماز مومن کی معراج ہے۔" یعنی نماز بندوں اور اللہ کے درمیان بلا واسطہ ایک اٹوٹ رابطہ ہے۔

معراج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصیٰ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تمام انبیاء تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا اور سبھی توحید کا پیغام لے کر آئے تھے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تمام انبیاء علیہم السلام پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔

اس کے بعد اُسی رات کے دوران میں حضرت جبرائیل امینؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس مکہ مکرمہ لے آئے۔ جب کفار نے یہ سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے کچھ حصہ میں مکہ سے یروشلم اور وہاں سے ساتویں آسمان تک سفر کیا اور اسی رات مکہ میں واپس بھی آ گئے تو کفار ومشرکین نے اس بات کا خوب مذاق اڑایا۔ کفار ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ازراہِ مذاق کہا کہ سنا تم نے کہ تمہارا

ساتھی (نعوذ باللہ) کیا کہہ رہا ہے؟ ابو بکرؓ نے کفار سے پوچھا: کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہا ہے؟ کافروں نے جواب دیا: 'ہاں'۔ ابوبکرؓ نے فرمایا ''کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کہا ہے تو بالکل سچ کہا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو ''صدیق'' (تصدیق کرنے والا) کے مبارک لقب سے نوازا۔

سورۃ اسراء کی پہلی آیت میں ہمارے لئے بہت سارے سبق پوشیدہ ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کسی اور نام یا لقب سے یاد فرمانے کے بجائے ''عبد'' یعنی اپنے انتہائی فرمانبردار ''بندے'' کے نام سے یاد فرمایا۔ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ اس انتہائی قربت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایک فرمانبردار بندے ہیں اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی وحدانیت میں ذرّہ برابر کے بھی شریک نہیں ہیں پس ہم کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اہل کتاب کی طرح کسی کو اللہ کا بیٹا یا اس کا شریک نہ بنائیں۔

لفظ ''العبد'' سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسمانی حالت میں ہوئی نہ کہ صرف روحانی حالت میں۔ ہم روح اور جسم والے کو ہی عبد کہہ سکتے ہیں نہ کہ صرف روح والے کو یا صرف جسم والے کو۔

علاوہ ازیں ہم سب کو مسجد اقصیٰ سے بھی بہت عقیدت ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گردونواح کو برکت والا بنایا ہے۔ یہ بھی نوٹ فرمایئے کہ اس آیت میں رات کے لئے لفظ لیلاً بطور اسم نکرہ استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے رات کا کچھ حصہ نہ کہ پوری رات! یعنی اسراء ومعراج کا پورا سفر رات کے ایک حصے میں ہی طے ہو گیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بے شک اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کی دعائیں سنیں، ان کے صبر واستقلال کو دیکھا اور ان سے راضی ہو کر آپ کو اسراء ومعراج کی سعادت سے نوازا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اسراء اور معراج کے صحیح مفہوم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین۔ ثم آمین)

ہجرت مدینہ منورہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے کئی اہم اُمور کا ذکر کرنا ضروری ہے:

ا۔ مدینہ منورہ کے یہودی نسلاً بہ نسلاً نہایت بے تابی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کررہے تھے اور مدینہ منورہ کے طاقتور قبائل (اوس اور خزرج) کو دھمکیاں دیتے تھے کہ جب یہ نئے پیغمبر تشریف لے آئیں گے تو ہم ان کی مدد سے تمہیں ملیا میٹ کردینگے۔

۲۔ سن نبوی کے گیارویں سال حج کے دوران خزرج قبیلے کے چھ شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں ملے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا (تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے مدینہ کے یہودیوں کو زیر کرسکیں)۔ اگلے سال ان کے سات اور ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ یہ پہلی بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو اپنا سفیر بنا کر ان کے ساتھ مدینہ بھیجا۔ تاکہ وہاں تعلیم وتبلیغ کو فروغ دیں۔

۳۔ سن نبوی کے تیرہویں سال مدینہ کے ۷۵ مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ انہوں نے اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حال میں حفاظت کریں گے۔ یہ دوسری بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ بیعت عقبہ تاریخی نقطہ نظر سے نہایت اہم ہے کیونکہ اس کی بنا پر مسلمانوں کو کرۂ زمین میں ایک گھر مل گیا جہاں وہ آباد ہوسکتے تھے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم میں درج ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کی جگہ (مدینہ منورہ) خواب میں بتائی گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک عرب اپنے قبیلے سے رشتہ ناطہ کے باعث پہچانا جاتا ہے۔ اگر اس کا اپنے قبیلے سے ناطہ ٹوٹ جائے تو وہ ایک بے قدر انسان بن جاتا ہے اور

اگر کوئی شخص اسے قتل کر دے تو اس کی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی ۔ مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا مطلب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اپنے قبیلوں سے ناطے توڑ دیں اور ایک بے سہارا شخص کی طرح نئی زندگی میں قدم رکھیں۔ اگر وہ قتل ہو جائیں تو اس کی کوئی باز پرس نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے یہ خطرہ صرف اس لئے مول لیا تا کہ ایک اللہ کی عبادت کر سکیں۔ درحقیقت ہجرت مسلمانوں کی سب سے بڑی قربانی تھی۔ بتدریج مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے لگے۔ بستے گھروں اور رشتہ داروں کو خیر باد کہہ کر اللہ کی خوشنودی کے لئے اللہ کی راہ میں نکل پڑے۔

ہجرت کا آغاز:

مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی ہجرت بہت ناگوار گزری۔ انہیں یہ فکر لاحق تھی کہ مسلمان مدینہ منورہ کے جنگجو قبائل (اوس وخزرج) سے مل کر اپنے قدم جما لیں گے۔ پس قریش مکہ مہاجرین کو ہر طرح سے ستانے اور اذیت دینے پر تل گئے۔ مثلاً جب ابو سلمہؓ اپنی بیوی اور بچے کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ ہجرت کو نکلے تو ابو سلمہؓ کے سسرال نے بیوی کو چھین لیا۔ ابو سلمہؓ کے خاندان نے کمسن بچے کو چھین لیا۔ ابو سلمہؓ اکیلے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ آپ کی بیوی ایک سال تک شب و روز زار وقطار روتی رہی بالآخر اس کے قبیلے کے ایک شخص کو بیچاری پر رحم آ گیا۔ اس کی مدد سے آپ کی بیوی اپنے بچے کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ (ابن اسحاق)

اسی طرح جب صہیب رومیؓ نے ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے انہیں روک لیا۔ کہنے لگے۔ جب تم یہاں آئے تھے ایک مفلس اور بے قدر انسان تھے یہاں رہ کر تم ایک مالدار شخص بن گئے ہو ہم تمہیں تمہاری دولت کے ساتھ ہجرت نہیں کرنے دینگے۔ صہیبؓ نے فرمایا۔ اگر میں اپنی ساری دولت تمہیں دے دوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ صہیبؓ نے اپنی ساری دولت ان کے حوالے کر دی اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ صہیبؓ نے ایک نہایت نفع بخش سودا کیا ہے۔ صہیبؓ نے یقیناً ایک نہایت نفع بخش سودا کیا ہے۔ (ابن ہشام)

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

''اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔'' (البقرہ:۲۰۷)

تقریباً ہر مسلمان کی ہجرت کی کہانی رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے۔ مسلمانوں کی اس ہجرت سے قریش کا غیظ وغصہ اور بھی بڑھ گیا۔ انہوں نے ایک رات ہر قبیلے کے ایک شخص کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے باہر کھڑا کر دیا تاکہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائیں تو سب قبیلے مل کر (نعوذ باللہ) ان کا کام تمام کر دیں۔ اور وہ کسی ایک قبیلے سے انتقام نہ لے سکیں۔

وَ اِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ؕ وَ یَمۡکُرُوۡنَ وَ یَمۡکُرُ اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۳۰﴾

''اور جب وہ لوگ جو کافر ہیں تمہارے خلاف چالیں چل رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا تمہیں جلاوطن کر دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔'' (الانفال:۳۰)

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کے ارادوں سے آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؓ کو کہا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دینا پھر مدینہ منورہ ہجرت کرنا۔

یہاں چند نکات قابل غور ہیں۔

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے دشمن بھی جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ قابل اعتماد اور امین شخص ہیں۔ اس لئے اپنی قیمتی چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بطور امانت رکھتے تھے۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مشکل حالات میں بھی امانتیں واپس کرنے کا انتظام کیا۔

۳۔ علیؓ کو یقین تھا کہ وہ دشمن کے نرغے میں ہونے کے باوجود زندہ رہیں گے اور

امانتیں واپس کر سکیں گے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

۴۔علیؑ کی جوانی میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کی قدر کرتے تھے اور انہیں ایسی خطرناک اور مشکل ڈیوٹی دیتے تھے جو علیؑ بطریق احسن انجام دیتے۔

ایک معجزہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت اپنے گھر سے باہر نکلے اور اپنے جانی دشمنوں کے پاس سے گزرے۔ آپ اس وقت سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۹ کی تلاوت کر رہے تھے۔

وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝۹

''اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار۔ پس اس طرح ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے۔ لٰہذہ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔'' (یٰسین: ۹)

پس اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سے مشرکین کا دستہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستے کے ہر سپاہی کے سر پر کچھ مٹی بھی ڈالی۔ اور آپ نہایت سکون سے گھر سے باہر تشریف لے آئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ دونوں نے مکان کی پچھلی کھڑکی سے کود کر رات کے اندھیرے میں پیدل چلنا شروع کر دیا۔ آپ دونوں تقریباً پانچ میل چل کر ایک ثور نامی غار میں چھپ گئے۔ مشرکین کو علیؑ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹے دیکھ کر بہت غصہ آیا۔ انہوں نے ایک بڑے پیمانے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش شروع کر دی اور اس کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔

ایک اور معجزہ:

مشرکین کا ایک دستہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں غار ثور کے منہ کے سامنے پہنچا انہیں غار کے منہ پر مکڑی کا جالا نظر آیا اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غار میں

داخل نہیں ہوئے۔ ورنہ مکڑی کا جالا ٹوٹا پھوٹا ہوتا۔ یہ دستہ وہاں سے چلا گیا۔

کچھ دیر کے بعد مشرکوں کا ایک اور دستہ بھی غار ثور تک پہنچ گیا۔ انہوں نے غار کے منہ پر پرندے کا ایک گھونسلا دیکھا جس میں پرندے کے انڈے بھی تھے۔ مشرکین ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ یقیناً وہ اس غار میں نہیں گھسے ورنہ گھونسلا اور مکڑی کا جالا ٹوٹے ہوتے۔

سوچئے! کہ دشمن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صرف چند گز دور تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک حقیر مخلوق یعنی مکڑی کے جالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ جب دشمن کے دستے غار کے منہ پر کھڑے تھے تو ابوبکر صدیقؓ نے آپ سے عرض کی کہ اگر سپاہی جھک کر دیکھیں تو ہم کو پالیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کو تسلی دی اور فرمایا فکر مت کرو اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

”اگر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد نہیں کی تو (کچھ پروا نہیں)۔ بے شک اللہ نے ان کی مدد کی تھی، اس وقت، جب کافروں نے ان کو نکال دیا تھا (مکہ سے)، (جب تھا وہ) دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ سو اللہ نے اپنی سکینت ان پر نازل فرمائی اور اس کی مدد کی ایسے لشکروں سے جو تم کو نظر نہیں آتے تھے، اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول وہ تو ہے ہی اونچا، اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔“ (التوبہ: ۴۰)

پس وہ ان مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ذہنی طور پر پرسکون ہی رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی غیبی فوج سے مدد فرمائی۔

غار میں قیام:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ غار ثور میں چند دن مقیم رہے۔ اُن کا روزانہ کا معمول

یہ تھا:

۱۔عبداللہ بن ابوبکرؓ رات کے اندھیرے میں غارثور جاتے اورمشرکین کی سرگرمیوں سے آگاہ فرماتے۔ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی واپس مکہ مکرمہ لوٹ جاتے گویا کہ وہ پوری رات مکہ مکرمہ ہی میں تھے۔

۲۔ عامر بن فہیرہ اپنی بکریوں کا ریوڑ ہر رات غارثور کے پاس لاتے۔ رسول اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ بکریوں کا دودھ پی لیتے۔ عامر صبح ہونے سے پہلے ہی ریوڑ کے ہمراہ واپس مکہ مکرمہ پہنچ جاتا اور ریوڑ کو اس طرح سے چلاتا تا کہ عبداللہ بن ابوبکرؓ کے پاؤں کے نشان مٹ جائیں۔عبداللہ بن اریقط ایک غیر مسلم مگر قابل اعتماد گائیڈ تھا۔ابوبکر صدیقؓ نے اس سے معاوضہ طے کر کے اس کی خدمات حاصل کیں تا کہ وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستے کی رہبری کر سکیں۔تین دن کے بعد عبداللہ بن اریقط ابوبکرؓ کے دو اونٹ لیکر غارثور کے پاس پہنچ گیا۔

۳۔ اس موقع پر ابوبکرؓ نے اپنی ایک اونٹنی بطور تحفہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اکرم ﷺ اس کی قیمت ادا کرنے پر مصر ہوئے تو ابوبکرؓ نے اسے چارسو درہم میں آپ ﷺ کو بیچ دیا۔ یہی آپ کی مشہور اونٹنی قصویٰ ہے۔

۴۔ انہوں نے عبداللہ بن اریقط کی رہبری سے مدینہ منورہ کا سفر شروع کیا جبکہ عامر بن فہیرہ بھی ان کے ساتھ تھا۔

مزید معجزے:

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے سفر کے دوران آپ اُم معبد نامی عورت کے خیمہ کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اُم معبد سے پوچھا کیا۔ اس کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز موجود ہے۔ اس نے کہا۔ بخدا! کچھ بھی نہیں میرا خاوند ہماری بکریوں کا ریوڑ چرانے لے گیا ہے، گھر میں کچھ بھی نہیں جو پیش کروں۔ آپ ﷺ نے ایک مریل سی بکری خیمے کے پاس دیکھی۔ آپ ﷺ نے اس بکری کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگی۔ کہ یہ اتنی کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے اجازت چاہی کہ اس کا دودھ حاصل کر سکیں۔ کہنے لگی کہ اس

میں تو ذرا بھر بھی دودھ نہیں، تاہم میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ ﷺ کوشش کر سکتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے بکری کے تھنوں کو چھوا اور پھر دعا فرمائی۔ بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ حاصل کر کے اُم معبد کو دیا۔ اس نے خوشی خوشی دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بھی پیا۔ آپ ﷺ نے کچھ دودھ برتن میں اُم معبد کے لئے چھوڑ دیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ اُم معبد کا خاوند شام کو گھر آیا۔ دودھ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اُم معبد نے بتایا کہ ایک برگزیدہ ہستی کا یہاں سے گزر ہوا۔ اس کے خدوخال یوں یوں تھے۔ اُم معبد کا خاوند کہنے لگا۔ یہ وہی مبارک ہستی ہے جس کو قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اگر ان سے میری ملاقات ہو تو میں ان کا پیروکار بن جاؤں۔ (زادالمعاد)

مدینہ منورہ کے راستے میں ایک شخص سراقہ بن مالک نے اپنے گھوڑے پر آپ ﷺ کا پیچھا کیا تاکہ آپ ﷺ کو پکڑ کر قریش کے حوالے کرے اور ایک سو اونٹ کا انعام حاصل کر سکے۔ جب سراقہ رسول اکرم ﷺ کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا لڑکھڑا گیا اور گھوڑے کے پاؤں ریت میں دب گئے۔ سراقہ زمین پر گر گیا۔ اس نے چار بار آپ ﷺ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ہر بار گھوڑے سے گرا اور ناکام ہوا۔ سراقہ کو سمجھ آ گئی کہ وہ اللہ کے ایک پیغمبر کو قید کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بالآخر سراقہ پیدل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے برے ارادے کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ سے مودبانہ درخواست کی کہ جب آپ ﷺ قریش کو زیر کر لیں گے، اُس وقت مجھ سے اور میرے قبیلے سے بدلہ نہ لیجئے گا۔ آپ ﷺ نے نہایت فراخ دلی سے سراقہ اور اس کے قبیلے کو معافی عطا فرمائی بعدازاں سراقہ نے اسلام قبول کر لیا۔ (زادالمعاد)

بریدہ اسلمی اپنے قبیلے کا سردار تھا وہ بھی قریش کا انعام حاصل کرنے کے لئے آپ ﷺ کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بریدہ اور اس کے ساتھوں نے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کے راستے میں دیکھا تو بریدہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا اور آپ ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے مختصر گفتگو کے دوران بریدہ کا دل موہ لیا۔ بریدہ اور اس کے قبیلے کے ستر لوگ فوراً اسلام میں

داخل ہو گئے۔

بریدہ نے خوشی کے مارے اپنی سفید پگڑی کو ایک ڈنڈے سے باندھ کر پرچم بنایا۔ بریدہ یہ سفید پرچم لہراتے ہوئے اپنے ساتھیوں سمیت یہ نعرے لگاتا گھر پہنچا۔ ایک پیغمبر جو کہ امن اور انصاف کا بادشاہ ہے۔ سفر کر رہا ہے۔

قبا میں داخلہ:

مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی تو مدینہ منورہ اور اس کے گرد و جوار کے قبیلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہنے کے لئے گھروں سے باہر بیٹھے رہتے۔ دوپہر کے وقت جب سورج کی گرمی نا قابلِ برداشت ہو جاتی تو تھوڑی دیر کے لئے واپس اپنے گھروں میں چلے جاتے۔ ایک روز ایک یہودی کسی کام کے لئے دوپہر کے وقت ایک ٹیلے پر چڑھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (سفید کپڑوں میں ملبوس) قبا بستی کی طرف پیش قدمی کرتے دیکھا۔ اس نے بلند آواز سے لوگوں میں اعلان کیا۔ جس کا آپ کو انتظار تھا وہ آ گئے ہیں۔ قبا کے مسلمان فی الفور اپنے ہتھیاروں سے مزین ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کو نکلے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے جبکہ ابو بکر صدیقؓ ہر آنے والے سے مصافحہ کرتے۔ کچھ دیر کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر دھوپ آ گئی۔ ابو بکر صدیقؓ نے اپنی چادر تان کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ کیا۔ تب لوگ سمجھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں۔ علیؓ نے بھی مکہ مکرمہ میں تین دن ٹھہر کر پیدل ہی مدینے کا رخ کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبا میں آ ملے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں قیام کے دوران قبا بستی میں ایک مسجد تعمیر کی۔ یاد رہے کہ اس نئی اسلامی سوسائٹی میں مسلمان برابر تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں نے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ قبا میں چند روز قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی کی۔ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں جمعہ پڑھایا۔ وہاں ابھی بھی اس مقام پر مسجد جمعہ کے نام سے مسجد موجود ہے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی روز مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے پاس بیٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر ہی قیام فرمایا اور جلد ہی ایک مسجد اور ایک حجرہ تعمیر کیا۔ اس مسجد کی تعمیر میں بھی سب صحابہ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصہ لیا۔ یہ مسجد ان پاکباز بندوں کے باہمی اجتماع اور میل ومحبت کا مرکز بن گئی۔ چند روز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہؓ آپ کی دو بیٹیاں (فاطمہؓ، اُم کلثومؓ) اُسامہ بن زید، عائشہؓ اور اُم ایمنؓ بھی عبداللہ بن ابوبکرؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری بیٹی زینبؓ بدر کی جنگ کے بعد مدینہ منورہ آسکیں۔

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل دعا فرمائی ''اے اللہ ہمارے نزدیک مدینہ منورہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ مکرمہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ، اے اللہ مدینہ منورہ کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے ماپنے کے پیمانوں میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جحفہ بستی پہنچا دے۔'' (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور مدینہ منوہ کی فضا بہت خوشگوار ہوگئی۔

مدینہ منورہ کی ہجرت کی اہمیت:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بہت دُور رس نتائج نکلے:

ا۔ اس سے اسلامی سوسائٹی ایک اسلامی امت بن گئی۔ رنگ نسب، امیر وغریب جیسے تعصّبات ختم ہوگئے۔ اس اسلامی تہذیب میں سب مسلمان ایک برابر تھے۔ وہ نہایت اخوت و پیار سے شیر وشکر ہو کر رہنے لگے۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ انسانی کا ایک بے مثال کارنامہ انجام دیا جسے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات یا بھائی چارے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ اور اسلامی تعاون بے حد دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُور اندیشی، ایثار و محبت اور اخلاص سے اس نئی سوسائٹی کے نہایت پیچیدہ مسائل فی الفور حل ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

۳۔ اسلامی مورخین کے مطابق رسول اکرم ﷺ قبا میں ۱۶ جولائی ۶۳۲ء کو پہنچے یہ محرم کا مہینہ تھا۔ ہجری کیلنڈر اسی دن سے شروع کیا گیا۔

۴۔ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے اس چھوٹی سی اسلامی ریاست کی بنیاد ایسی ٹھوس بنیادوں پر رکھی کہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے طاقتور یہودیوں کو ایک معاہدہ میں جکڑ لیا۔ پس آپ ﷺ نے ایک نہایت دوراندیش سپہ سالار تھے۔

۵۔ رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کے لئے ابوبکر صدیق ؓ کو اپنا ساتھی بنایا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں بھی کیا ہے۔ یہ ابوبکر صدیق ؓ کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا۔

۶۔ اگر کوئی انصاف پسند شخص ٹھنڈے دل سے اس مضمون کو پڑھے تو اس کا دل گواہی دے گا کہ اس ہجرت کے دوران حضرت ابوبکر ؓ نے ایک نہایت اعلیٰ کردار ادا کیا۔ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس کے باوجود پھر بھی بعض لوگ ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نازیبا کلام کرتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین

صف بندی

حرمین شریفین میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ باجماعت نماز میں کبھی کبھار ہمارا کوئی بھائی ایک صف میں اکیلا کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایک صف میں اکیلے کھڑا ہونا صحیح نہیں۔ اسے چاہئے کہ اگلی یا پچھلی کسی صف میں شامل ہو جائے یا اپنے سے اگلی صف کے کسی شخص کو کھینچ کر اپنی قطار میں لے آئیے۔

عالیشان فتح (صلح حدیبیہ)

ذوالقعدہ ٦ ھ کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان ایک تاریخی صلح نامہ طے پایا جو کہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ حدیبیہ مکہ مکرمہ کی حدود کے قریب ہے، مکہ مکرمہ کے اس محلے کو اب شمیسہ کہتے ہیں۔ اس صلح نامہ کی کئی دفعات ایسی تھی جو کہ مسلمانوں کے لئے بے عزتی اور کمزوری ظاہر کرتی تھیں اس لئے کئی صحابہ کرامؓ ایک قسم کے مغالطہ اور تذبذب میں پڑ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ صلح نامہ مسلمانوں کے حق میں ایک عالیشان فتح ثابت ہوا۔ اور اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غیر معمولی فراست اور دوراندیشی کھل کر سامنے آ گئی۔

اس صلح نامہ نے یہ بھی ثابت کیا:

۱۔ اللہ کے دشمن اپنی تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی تدبیریں کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تدبیر سب سے اعلیٰ اور کامل ہے۔

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

"وہ چل رہے تھے اپنی چالیں اور اللہ کر رہا تھا اپنی تدبیر، اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔" (سورۃ الانفال: ۳۰)

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مذہبی امور میں اپنی ذات سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾

"اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا ہے مگر یہ کلام ایک وحی کا ہے جو نازل کی جا رہی ہے۔" (سورۃ النجم: ۳۔۴)

۳۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کو نہایت قدر و منزلت سے دیکھتے تھے اور مشکلات کے وقت ان

کے دلوں پر سکون طاری کر دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے باعث ایک اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرامؓ سے اتنی محبت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آئندہ نسلوں کے لئے مندرجہ ذیل اعلان فرما دیا:

وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا

''اور یہی لوگ تقویٰ کے زیادہ حق دار تھے اور اس کے اہل بھی'' (الفتح:۲۶)

میں حیران ہوں کہ بعض حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں کس منہ سے نازیبا بات کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر صحابہ کرامؓ کی غیر معمولی تعریف فرمائی۔

آیئے اب ان حالات کا جائزہ لیں جن کی بنی پر یہ تاریخی صلح نامہ معرض وجود میں آیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مشرکین مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو اتنا ستایا کہ وہ اپنے آبائی گھروں سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ ستانا صرف اس لئے تھا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ایک ربّ العزت کا کلمہ پڑھتے تھے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ملیا میٹ کرنے کے لئے مسلمانوں سے تین بڑی جنگیں (بدر، احد، احزاب) بھی کیں۔ اس دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ میں عمرہ کررہے ہیں البتہ اس عمرہ کرنے کا وقت اور تاریخ وغیرہ کا ذکر نہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواب صحابہ کرامؓ کو بیان فرمائی۔ چونکہ ہر نبی کی خواب صحیح ہوتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے لئے سفر کا اعلان فرمایا اور مدینہ منورہ کے دیہاتیوں کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ اکثر دیہاتیوں نے عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے انکار کر دیا۔ وہ کہنے لگے کہ درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں مشرکین مکہ سے لڑانا چاہتے ہیں اور اس طرح (نعوذ باللہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ایک ہلاکت میں دھکیل رہے ہیں۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾

''دراصل تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومن اپنے گھروں کی طرف ہرگز نہیں

لوٹیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو بہت اچھی لگی تھی اور اسی وجہ سے تم بڑے بڑے گمان کرنے لگے تھے حالانکہ تم وہ لوگ ہو جنہیں بہر حال ہلاک ہونا ہے۔" (الفتح: ۱۲)

پس اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو اس سفر کی توفیق نہ دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریباً ۱۴۰۰ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا سفر شروع کر دیا۔ انہوں نے عمرہ کے احرام باندھے اور قربانی کے جانور ساتھ لے لئے۔ جب وہ مکہ مکرمہ کی حدود کے قریب پہنچے تو مشرکین مکہ کے فوجی دستے نظر آئے۔ مثلاً خالد بن ولید (جو کہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے) اپنے فوجی دستہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے مستعد تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس علاقہ پر قبضہ کر رکھا تھا جہاں پانی فراوانی سے دستیاب تھا۔

ایک معجزہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالد بن ولید کے دستہ سے دور ہٹ گئے اور ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نہیں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پرانا کنواں نظر آیا جس کی تہہ میں معمولی سا پانی تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی سے کلی کر کے اس کنویں میں پھینکی اور اپنا ایک تیر اس کنویں میں نصب کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ کنوئیں سے پانی ابلنا شروع ہو گیا اور وہ کنویں کے کناروں تک پہنچ گیا۔ صحابہ کرامؓ نے پانی سے اپنے برتن بھر لئے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ خالد بن ولید نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہم نے ایک سنہری موقع کھو دیا۔ ہمیں چاہیے تھا کہ جب سب مسلمان نماز میں مشغول تھے ان پر اچانک حملہ کر دیتے۔ اب ہم انہیں اگلی نماز میں نہیں چھوڑیں گے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ الخوف کی وحی بھیجی، یعنی جنگ جیسے خطرناک حالات میں دو گروپوں میں بٹ کر کیسے نماز ادا کرنا ہوگی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوچا کہ مجھے قریش مکہ کے پاس اپنا ایک نمائندہ بھیجنا چاہیے جو ان کو واضح کرے کہ ہم جنگ کی نیت سے نہیں آئے، محض عمرہ کر کے واپس چلے جائینگے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقصد کے لئے حضرت عثمانؓ بن عفان کو چنا کیونکہ آپ نہ صرف مسلمانوں میں ہردلعزیز تھے بلکہ مشرکین مکہ بھی آپ سے نہایت عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مسلمانوں کے سفیر کی حیثیت سے مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے ارادے سے باخبر کیا۔ مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ سے اچھا سلوک کیا۔ یہاں تک کہ انہیں عمرہ کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے انہیں دوٹوک یہ جواب دیا۔ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ نہ کریں گے میں ہرگز عمرہ نہیں کرونگا۔ مشرکین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ یہی نہیں بلکہ مشرکین نے اپنے پچاس آدمیوں کا دستہ مسلمانوں کے کیمپ کے پاس متعین کر دیا تاکہ وہ موقع ملتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرکے (نعوذ باللہ) ان کا کام تمام کر دیں۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باڈی گارڈ (پاسبان) محمد بن مسلمہؓ نے ان پر قابو پا کر سب کو حراست میں لے لیا اور ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آیا۔ اسی دوران دس دیگر مسلمان بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور حضرت عثمانؓ سے مل گئے۔ جب مشرکین کو اپنے آدمیوں کی حراست کا پتہ چلا تو انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ اور دیگر دس مسلمانوں کو حراست میں لے لیا۔ اس طرح حالات نہایت کشیدہ اور خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ دونوں اطراف نہایت آسانی سے قیدیوں کو قتل کر سکتے تھے۔ بعض افواہوں سے یہ پتہ چلا کہ مشرکین نے حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا ہے۔

بیعت الرضوان:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب مسلمانوں کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا اور ان سے مشرکین مکہ سے جنگ کرنے کی بیعت لی۔ سب مسلمانوں نے باری باری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کی (صرف جد بن قیس منافق نے نہ کی) پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور بیعت کی۔ صحابہ کرامؓ کی اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے لئے ایک اور اعزاز تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرامؓ کی یہ

بیعت بہت پسند آئی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَ اَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾

’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے سو وہ ان کے دلوں کی کیفیت جانتا تھا سو اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور انعام میں انہیں قریبی فتح عطا فرمائی۔‘‘ (الفتح: ۱۸)

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں شرکائے بیعت رضوان نہایت ہی اعلیٰ و افضل مومن تھے۔ حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکاء بیعت رضوان کو فرمایا۔تم اس وقت کرہ ارض پر بسنے والوں میں سے سب سے افضل ہو۔ (بخاری و مسلم)

اُم بشیرؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی وہ جہنم میں نہیں جائینگے۔ (مسلم)

پس شرکاء بیعت رضوان کے لئے جنت کی ویسی ہی خوشخبری ہے جیسی کہ شرکائے بدر کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد:

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے دلوں میں خوف پیدا کردیا۔انہوں نے اپنے تین نمائندے (سہیل بن عمرو، حویطب اور مکرز) کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا۔تاکہ بات چیت کرکے اس نازک معاملہ کو سلجھایا جاسکے۔سہیل بن عمرو نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھی زندہ ہیں۔ہم ان کو واپس کردینگے اگر آپ ہمارے پچاس سپاہیوں کو واپس کردیں پس اللہ تعالیٰ نے طرفین کو خون خرابہ کرنے سے بچالیا۔

وَ ھُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَہُمْ عَنْکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ عَنْہُمْ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْہِمْ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ﴿۲۴﴾

’’یہ اللہ ہی ہے جس نے وادی مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ ان سے اس کے بعد وہ تمہیں ان پر غلبہ عطا کرچکا تھا اور اللہ اسے دیکھ رہا تھا جو تم کررہے تھے۔‘‘

(الفتح ۲۴)

سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھی صحابہ کرامؓ کی رسول اکرمؐ سے محبت واطاعت دیکھ کر دنگ رہ گئے انہوں نے قریش مکہ کو یہ مشورہ دیا کہ ہمارے لئے بہتر یہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں سے صلح کرلیں کیونکہ اگر مسلمان طاقت کے بل مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے تو باقی عرب ہمارا مذاق اڑائیں گے۔ ہمارے حق میں بہتر یہ ہے کہ ہم ان سے اس سال عمرہ کیے بغیر واپس مدینہ منورہ جانے کو کہیں۔ اگلے سال وہ عمرہ پر آئیں اور وہ عمرہ کی غرض سے مکہ میں تین دن قیام کرسکتے ہیں۔ قریش کو یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ انہوں نے سہیل بن عمرو کو دوبارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا۔ تاکہ اس طرح کا باہمی صلح نامہ تحریر کریں۔ سہیل بن عمرو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت نرم وگرم بحث مباحثہ کے بعد مندرجہ ذیل شرائط پر صلح نامہ طے کرنے پر رضامند ہوگئے۔

صلح نامہ کی شرائط:

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی اس سال مکہ میں داخل نہ ہونگے۔ وہ اگلے سال تین دن کے لئے عمرہ ادا کرنے کیلئے مکہ آسکتے ہیں۔

۲۔ طرفین ایک دوسرے سے دس سال لڑائی نہ کرینگے۔

۳۔ عرب قبائل اپنی مرضی سے مسلمانوں کے گروپ یا مشرکین کے گروپ میں شامل ہوسکتے ہیں۔

۴۔ اگر قریش کا کوئی مرد بھاگ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ لینا چاہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قریش کو واپس کردینگے۔ اور اگر کوئی مرد مسلمانوں سے بھاگ کر قریش کی پناہ لینا چاہے تو قریش اسے واپس نہیں کرینگے۔

چند نازک لمحات:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو صلح نامہ تحریر کرنے کے لئے بلایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھیے۔ سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم الرحمن

اور الرحیم نہیں جانتے۔ آپ لکھیے، باسمک اللھم ، یعنی اللہ ہم تمہارے نام سے شروع کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ویسے ہی لکھو جیسا سہیل کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا لکھیے کہ یہ صلح نامہ حضرت محمد الرسول اللہ اور قریش کے درمیان ہے۔ سہیل نے کہا۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر مان لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین جنگیں لڑتے۔ آپ لکھیے محمد بن عبداللہ اور قریش کے درمیان صلح نامہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کہا کہ وہی لکھو جو سہیل کہہ رہا ہے۔ اور رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے یہ الفاظ نہ مٹائے بلکہ اسیر بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ نے بھی حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولے مت مٹاؤ۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ہمارے درمیان تلواریں ہی فیصلہ کرینگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے اور اپنے ہاتھ سے کبھی لکھائی نہ کی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کاغذ لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استطاعت عنایت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محمد بن عبداللہ اپنے ہاتھ سے لکھ دیا جیسا کہ سہیل کی مرضی تھی۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے کہا کہ انہیں اس سال کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دی جائے۔ سہیل نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگا اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ داخل ہونے دیں تو باقی عرب قبائل ہمارا مذاق اڑائیں گے اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمزور اور شکست خورہ سمجھیں گے۔ جب مندرجہ بالا چوتھی شرط لکھنے کی باری آئی تو صحابہ کرامؓ اور خصوصی حضرت عمرؓ نے بار بار اعتراض کیا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل کی مرضی کے مطابق اس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتحانات:

مشرکین نے بسم اللہ اور رسول اللہ کے الفاظ اس صلح نامہ میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تو اس بات کا امکان تھا کہ صحابہ کرامؓ ان نازک لمحات میں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان پر سکونت طاری کر دی اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے

اطاعت گزار تھے۔ مثلاً جب رسول اکرم ﷺ نے جنگ کے لئے بیعت لی تو صحابہ کرامؓ نے صدق دل سے بیعت کی اور جب رسول اکرم ﷺ نے جنگ کے بجائے صلح کر لی تو بھی رسول اکرم ﷺ کی اطاعت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرامؓ کی یہ اطاعت گزاری بہت پسند آئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ اخلاق و کردار کے بارے میں فرمایا:

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾

''چنانچہ جب کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب پیدا کر لیا یعنی جاہلانہ تعصب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا اور یہی لوگ زیادہ حقدار تھے، تقویٰ کے اور اس کے اہل بھی اور اللہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے۔'' (الفتح:۲۶)

ایک اور نازک لمحہ:

سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندلؓ نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ باپ نے بیٹے کو قید کر رکھا تھا اور ہر روز بہت اذیت دیتا۔ ابوجندلؓ کسی طرح بھاگ کر رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور پناہ مانگی۔ اس وقت صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ سہیل نے کہا کہ دفعہ نمبر ۴ کے مطابق آپ ابوجندل کو میرے حوالے کریں ورنہ میں صلح نامہ پر دستخط نہ کرونگا۔ رسول اکرم ﷺ نے سہیل سے بار بار کہا کہ ابوجندلؓ کو ہمارے پاس رہنے دو لیکن سہیل نہ مانا۔ بلکہ اپنے بیٹے کا کرتہ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ رسول اکرم ﷺ نے ابوجندلؓ سے کہا صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور مکہ مکرمہ میں مقیم کمزور مسلمانوں کے لئے آسانی فرمانے والے ہیں۔ ہم نے ابھی ابھی مشرکین سے صلح نامہ کیا ہے ہم وعدہ خلافی نہیں کرنا چاہتے۔ سہیل ابوجندلؓ کو اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے گیا۔

بالآخر صلح نامہ پر طرفین کے دستخط ہو گئے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنا قربانی کا جانور

ذبح کیا اور احرام کھول دیا صحابہ کرامؓ نے بھی رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے طور پر یوں ہی کیا۔ آپ ﷺ نے اُنیس دن حدیبیہ میں رہنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔

ایک اور معجزہ:

جب مسلمانوں کا قافلہ عسفان کے پاس پہنچا تو کھانے پینے کی اشیاء تقریباً ختم ہو چکی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک چادر زمین پر بچھائی اور صحابہ کرامؓ سے کہا کہ جو بھی تھوڑی بہت بچی کچھی اشیاء خوردنی ہیں۔ اس چادر پر ڈال دو۔ جب سب جمع ہو گیا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر صحابہ کرامؓ کو اس چادر سے کھانے کی دعوت دی۔ تقریباً ۱۴۰۰ صحابہ کرامؓ نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور باقی سفر کے لئے اپنے برتنوں میں کھانا ڈال لیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد بھی چادر پر کافی مقدار میں کھانا موجود تھا۔ رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و برکت سے بہت خوش ہوئے۔

صلح نامہ کے ثمرات:

اس صلح نامہ کے نتائج نہایت اہم اور حیران کن تھے:

۱۔ اس صلح نامہ کی وجہ سے مسلمان پوری توجہ اور جوش کے ساتھ اسلام کی دعوت اور تبلیغ پر لگ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے مندرجہ ذیل فرمانرواؤں کو اسلام کی دعوت کے خطوط بھیجے: نجاشی شاہ حبش، مقوقس شاہ مصر، خسرو پرویز شاہ فارس، قیصر شاہ روم، شاہ عمان، حاکم دمشق اور حاکم یمامہ۔

۲۔ اب تک قریشی مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے تھے۔ اس صلح نامے کو قبول کر کے انھوں نے مسلمانوں کی فوقیت مان لی۔

۳۔ اب عرب قبائل آزادی کے ساتھ اپنے وفود رسول اکرم ﷺ کے پاس بھیج سکتے تھے یہ ایک طرح سے قریش کے لئے شکست تھی کیونکہ ان کی دن رات یہ کوشش تھی کہ اسلام عرب قبائل تک نہ پہنچ سکے۔

۴۔ صلح نامہ طے کرنے کے دوران مشرکین مکہ کے کئی اکابرین کو رسول اکرم ﷺ اور

صحابہ کرامؓ سے میل جول کا موقع ملا۔ اس باہمی گفت وشنید سے ان کے دلوں میں اسلامی اقدار داخل ہو گئیں اور کچھ عرصہ بعد ان میں سے اکثر نے (جن میں سہیل بن عمرو بھی شامل ہے) اسلام قبول کر لیا۔

۵۔ اب تک قریش نے قسم کھا رکھی تھی کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دینگے۔ اس صلح نامہ کے باعث انہوں نے اس ضد کو ترک کر دیا گویا اندرونی طور پر شکست قبول کر لی۔

۶۔ قبائل کے کئی وفود مدینہ گئے اور جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے مثلاً اس صلح نامہ سے بیس ماہ بعد مسلمانوں کی فوج (فتح مکہ کے وقت دس ہزار تھی جبکہ صلح نامہ حدیبیہ کے وقت صرف ۱۴۰۰ تھی۔) اس صلح نامہ نے فتح مکہ کی راہ ہموار کر دی۔ یاد رہے کہ فتح مکہ اس صلح نامہ کے اکیس ماہ بعد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝۱

’’اے نبی! یقیناہم نے تم کو فتح عطا کی ہے۔ کھلی فتح‘‘ (الفتح:۱)

۷۔ سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں کئی اور فتوحات اور بہت زیادہ مال غنیمت کی پیشینگوئی کی گئی۔ بلکہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ اسلام باقی سب مذاہب پر غالب آنے والا ہے:

هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ؕ‏ ۝۲۸

’’وہی ہے وہ ذات جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے۔‘‘ (الفتح:۲۸)

۸۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ‌ ؕ (الفتح:۲۹)

یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پس صلح نامہ طے کرتے وقت رسول اللہ مٹانے سے وقتی طور پر مشرکین کی بات مان لی گئی مگر یہ آیت نمبر ۲۹ قیامت کے دن تک پڑھی جائے گی اور یہ اس بات کی تصدیق کرتی رہے گی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۹۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے قضا عمرہ اگلے سال کیا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب درست تھا گو اس میں عمرہ کرنے کا وقت متعین نہیں کیا تھا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

’’فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا تھا جو حق کے مطابق تھا کہ تم مسجد حرام میں اللہ کے اذن سے پورے اطمینان کے ساتھ ضرور داخل ہوں گے بعض اپنے سر منڈھواؤ گے اور بعض اپنے بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ پس وہ جانتا تھا کہ بات جو تم نہیں جانتے اس لئے اس نے عطا فرمائی اس خواب کے پورا ہونے سے پہلے یہ قریبی فتح (یعنی فتح خیبر)‘‘ (الفتح: ۲۷)

یہ بات یہاں قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی انشاء اللہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ گو وہ ہر چیز جانتے ہیں۔ دراصل یہ ہمیں سبق دینے کے لئے ہے کہ ہم اپنے کلمات میں انشاء اللہ کہا کریں۔ ایسی ہی ہدایات سورۂ کہف سورۂ القلم اور سورۂ الصافات میں بھی ہیں۔

اس صلح نامہ کی گفت وشنید کے دوران صحابہ کرامؓ کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا کیونکہ ایمان کا مطلب ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ صحابہ کرامؓ نے اس اطاعت گزاری کا بھر پور مظاہرہ کیا خواہ انہیں کوئی بات پسند تھی یا نا پسند۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت کی توفیق دے۔ آمین

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾

’’وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی تا کہ وہ اپنے ایمان میں مزید اضافہ کرلیں۔ اور آسمانوں اور زمین کے کل لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ دانا باحکمت ہے۔‘‘ (الفتح: ۴)

فتح مکہ

فتح مکہ سب سے اہم فتح تھی کیونکہ اس سے نہ صرف مشرکین مکہ نے شکست فاش کھائی بلکہ دیگر عرب قبائل نے جوق در جوق اسلام قبول کیا۔ فتح مکہ سے بیت اللہ ہر طرح کے بتوں سے پاک کر دیا گیا اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت علی الاعلان ہونے لگی۔

مشرکین کی خیانت:

آیئے اب اس وقت کے حالات کا سرسری جائزہ لیں۔ مشرکین مکہ نے ذوالقعدہ ۶ ھ میں مسلمانوں سے صلح نامہ حدیبیہ طے کیا تھا۔ مشرکین نے اس میں خیانت کی جس سے یہ صلح نامہ عملی طور پر ختم ہو گیا۔ اب انہیں خطرہ لاحق تھا کہ مسلمان ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے صلح نامہ حدیبیہ کے وقت ہی مشرکین کے دلوں پر مسلمانوں کا ڈر ثبت کر دیا تھا اور وہ مسلمانوں کی فوقیت کے قائل ہو چکے تھے۔ اب ان کے سردار ہر رات مکہ مکرمہ کے گرد و جوار میں گھومتے رہتے تاکہ کسی طرح کے خطرے سے بروقت آگاہی ہو سکے۔ مشرکین کے ڈر کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صلح نامہ کی تجدید کرنے کی کوشش کرے۔

ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچا تو سب سے پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہؓ کے پاس گیا۔ یاد رہے کہ اُم حبیبہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازدواج مطہرات میں سے ہیں۔ ابوسفیان اپنی بیٹی کے گھر ایک چٹائی پر بیٹھنے لگے۔ تو اُم حبیبہؓ نے وہ چٹائی اٹھا دی اور کہا تم اس چٹائی پر نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرماتے ہیں جبکہ تم ناپاک مشرک انسان ہو۔ ابوسفیان اپنی بیٹی سے مایوس ہو کر باری باری حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے ملا۔ تاکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صلح نامہ کی تجدید کی سفارش کریں۔ ہر ایک نے ابوسفیان کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل مایوس ہو کر واپس مکہ پہنچ گیا۔ اس دوران

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مکہ کے مشرکین کو ہمارے حملہ کی خبر نہ ہو اور ہم اچانک ان کو جا پکڑیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدد:

مشرکین مکہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادے سے آگاہ کرنے کی چند انسانی کوششیں کی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پوشیدہ خبر رسانی کی سازشوں کی اطلاع دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ کا رخ کیا اور ابوذر غفاریؓ کو مدینہ منورہ کا انچارج مقرر فرمایا۔ اسلامی لشکر چپکے چپکے مکہ کے حدود تک پہنچ گیا۔

ابوسفیان کا قبول اسلام:

مشرکین مکہ کو اپنی خیانت کے باعث پورا یقین تھا کہ مسلمان ان پر کسی لمحہ بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ان پر بہت خوف طاری تھا ان کے اکابرین ہر رات مکہ مکرمہ کے قرب وجوار گھومتے رہتے تاکہ کسی قسم کے خطرہ سے بروقت آگاہ ہوسکیں۔ ایک رات جبکہ ابوسفیان بدیل بن ورقہ اور حکیم بن حزام مکہ کی حدود کے پاس گھوم رہے تھے اسلامی لشکر سے حضرت عباسؓ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر ان کے پاس سے گزرے۔ انہیں رات کے اندھیرے میں ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ کی باہمی گفتگو سنائی دی۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور کہا ابوحنظہ؟ اس نے بھی میری آواز پہچان لی اور بولا۔ ابوالفضل؟ حضرت عباسؓ نے ہاں میں جواب دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا۔ آپ رات کی تاریکی میں یہاں کس غرض سے پھر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے اسے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر سمیت یہاں موجود ہیں۔ ابوسفیان یہ سن کر حیران وششدر رہ گیا اور بولا کہ اس اچانک حملہ سے یقینا قریش کی مکمل تباہی ہوگی۔ ابوسفیان پوچھنے لگا۔ اب کیا حیلہ کارگر ہوسکتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ اگر مسلمانوں کو تمہارا پتہ چلا تو وہ یقینا تمہارا سر قلم کردینگے۔ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ اس خچر پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلتا

ہوں اور تمہارے لئے امان کی درخواست کرتا ہوں۔ ابوسفیان حضرت عباسؓ کے پیچھے بیٹھ گئے اور ابوسفیان کے دونوں ساتھی واپس مکہ روانہ ہو گئے۔

جب حضرت عباسؓ کا خچر حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرا تو حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور اس کو قتل کرنے کے لئے لپکے۔ حضرت عباسؓ نے خچر کو ایڑھی لگائی اور جلد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں گھس آئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ ابوسفیان اللہ کا دشمن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ابوسفیان کو امان دی ہے۔ قصہ مختصر کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ ابوسفیان کو اپنے ڈیرے میں لے جاؤ اور اسے کل صبح حاضر کرو۔

اگلی صبح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے کہا تم پر افسوس ہے کہ تم اب تک بھی یہ نہیں سمجھ سکے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا آپ کتنے بردبار کتنے کریم اور کتنے خویش پرور ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہوتا تو اب تک میرے کام آیا ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ افسوس کہ تم اب تک بھی یہ جان نہ سکے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلیم کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں لیکن اس بات کے متعلق تو اب بھی میرے دل میں کچھ نہ کچھ کھٹک ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا ارے! گردن مارے جانے کی نوبت سے پہلے پہلے اسلام قبول کر لو۔ اور یہ شہادت واقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر ابوسفیانؓ نے اسلام قبول کر لیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔

حضرت عباسؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان کو اعزاز پسند ہے لہٰذا اسے کوئی اعزاز عطا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا اسے امان ہے اور جو اپنا دروازہ اندر سے بند کر لے اسے بھی امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل

ہو جائے اسے بھی امان ہے۔

اسلامی لشکر کا مکہ مکرمہ میں داخلہ:

حضرت عباسؓ نے ابوسفیانؓ کو کہا کہ تم مکہ واپس چلے جاؤ ابوسفیانؓ تیزی سے مکہ پہنچا اور اس نے بلند آواز سے اعلان کیا۔ قریش کے لوگو! اسلامی لشکر تمہارے سر پر آ پہنچا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا بڑا لشکر لائے ہیں کہ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر گھس جائے اسے امان ہے۔ اور جو اپنا دروازہ اندر سے بند کر لے اسے بھی امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے یہ سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف بھاگے۔

اب اسلامی لشکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں مسجد حرام کی طرف بڑھا۔ خالد بن ولیدؓ کو داہنے پہلو رکھا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کو بائیں پہلو اور حضرت ابوعبیدہؓ کو پیادے دستے کی کمان دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو ہدایت کہ کہ کوہِ صفا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آملیں۔ اسلامی لشکر کو کسی خاص مدافعت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ البتہ قریش کے چند اوباشوں کی خالد بن ولیدؓ سے جھڑپ ہوگئی۔ جس میں بارہ مشرک مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔ اس دوران دو مسلمان بھی شہید ہوئے۔ بالآخر سب اسلامی دستے کوہ صفا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے۔

مسجد حرام میں داخلہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر اپنی اونٹنی پر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ شریف کے چھت پر تین سو ساٹھ بت پائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک کمان تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بتوں کو ٹھوکر لگاتے اور یہ آیت کریم پڑھتے۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

''اور اعلان کر دو کہ حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے یقیناً باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔''

(بنی اسرائیل: ۸۱)

کمان کی ٹھوکر لگتے ہی ہر بت اپنے منہ کے بل گر جاتا۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

طلحہ بن عثمان کو بلایا اور بطور فاتح اس سے خانہ کعبہ کی کنجی لے لی۔

بیت اللہ کے اندر داخلہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو وہاں تصویریں آویزاں نظر آئیں۔ ان میں ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی تصاویر بھی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں فال گیری کے تیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے۔ خدا کی قسم ان دونوں پیغمبروں نے کبھی فال کے تیر استعمال نہیں کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ شریف کو سب تصاویر وغیرہ سے پاک کر دیا۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا دروازہ بند کر لیا جبکہ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ شریف کے اندر نماز ادا فرمائی اور پھر بیت اللہ شریف کے اندر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے پھرتے رہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ قریش بے تابی سے انتظار کر رہے تھے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا قدم اٹھاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے دروازے کو پکڑے ہوئے قریش سے یوں خطاب فرمایا:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے جتھوں کو شکست دی۔ اے قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہارا تکبر اور آباؤ اجداد پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

''اے انسانو! بیشک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا۔ تا کہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (الحجرات: ۱۳)

قریش کی بے چینی:

قریش مکہ کے دلوں پر بہت خوف طاری تھا۔ انہیں خوب دیا تھا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو بے حد ستایا اور آبائی وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ قریش مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو شہید کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تین بڑی جنگیں لڑیں۔ اب قریش کے ذہن میں کئی خیالات گھوم رہے تھے۔ قریش نے دل ہی دل میں سوچا کہ غالباً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمائیں گے یا یہ کہ قریش کی سب جائیدادوں پر قبضہ کرلیں گے یا کم ازکم سب قریش کو غلام بنالیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے آج فاتح مکہ کے طور پر میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا کیونکہ آپ ایک کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے ویسا ہی سلوک کروں جیسا حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائی:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔" (یوسف: ۹۲) یعنی تم سب آزاد ہو۔ انسانی تاریخ میں اپنے خون کے پیاسوں کو اس طرح کی عام معافی کی کوئی مثال نہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کو عطا فرمائی اور حکم دیا کہ یہ قیامت کے دن تک اسی خاندان میں رہے گی۔

قریش کے اکابرین کی باہمی سرگوشیاں:

اب ظہر کی نماز کا وقت آگیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ بلالؓ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے اذان دی۔ بلالؓ کی اذان کے دوران قریش کے تین اکابرین خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے۔ عتاب بن آسید نے کہا۔ میں خوش ہوں کہ میرے والد صاحب فوت ہو چکے ہیں کیونکہ ان کو اس

کالے گدھے کا کعبہ کے چھت پر شور مچانا بہت ناگوار گزرتا۔ اس پر حارث بن ہشام نے کہا سنو اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ سچے نبی ہیں تو میں ان کا پیروکار بن جاؤنگا۔ اس پر ابوسفیانؓ نے کہا۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق خبر دے دیں گی۔ جبرائیلؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی باہمی سرگوشیوں سے آگاہ فرمایا دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اکابرین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ ابھی جو تم نے باتیں کی ہیں مجھے معلوم ہو چکی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گفتگو کو دہرایا۔ اس پر حارث بن ہشام اور عتاب بن آسید بول اٹھے۔ خدا کی قسم! جب ہم نے یہ گفتگو کی تو ہمارے قریب کوئی اور شخص نہ تھا جو آپ کو باخبر کرتا۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انیس دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرے۔ آپ کو پڑھ کر تعجب ہوگا کہ مکہ سے واپسی کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا گونر مقرر کر دیا۔

انصار کے خدشات:

فتح مکہ کے بعد انصار کے دل میں کئی خدشات پیدا ہوئے وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ مکہ مکرمہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آبائی وطن ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مبارک شہر کی فتح عطا فرمائی۔ غالباً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب مکہ مکرمہ ہی رہنا پسند فرمائیں گے۔ انصار کی اس گفتگو کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پر دعا میں مشغول تھے۔ دعا سے فارغ ہو کر انصار کو بلوایا اور پوچھا کہ تم آپس میں کیا گفتگو کر رہے تھے۔ انصار نے ہچکچاہٹ کی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصرار کیا تو انصار نے اپنے خدشات ظاہر کر دیئے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا فکر مت کرو اب میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہی ہے۔ انصار یہ سن کر بے حد خوش ہوئے۔

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بھی اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں ہی بسر کرنی پسند فرمائی۔ اس سے مدینہ منورہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد:

مکہ مکرمہ سے باہر کئی اور بڑے بت تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو عزّیٰ، عمر بن العاصؓ کو سویٰ اور سعد بن زیدؓ کو مناۃ نامی بتوں کو تباہ کرنے بھیجا۔ اس طرح مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و جوار میں اللہ کا دین غالب آ گیا۔

قریش کے دو ہزار مردوں اور عورتوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر صفا پہاڑی پر بیعت کی۔ اور کئی دیگر عرب قبائل بھی جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

"جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح (نصیب ہو جائے) اور تم لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لو۔ تو تم اپنے ربّ کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ۔ اور اس سے بخشش مانگو بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا۔" (سورۃ النصر: ۱۔۳)

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرامؓ بہت خوش ہوئے لیکن حضرت عباسؓ رونے لگے۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت عباسؓ سے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن پایہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے اور اغلباً اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلد واپس بلا لینگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوچ سے اتفاق کیا۔ دراصل یہ آخری مکمل سورت تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نزول کے اسّی دن بعد رفیق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

خطبہ حجۃ الوداع

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت مشکل حالات میں تیئیس سال اسلام کی دعوت دی۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو ان کی مخلصانہ کاوشوں اور قربانیوں کے ثمرات دکھانا چاہتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ھ میں ۱۴۰،۰۰۰ صحابہ کرامؓ (اور بعض روایات میں ۱۲۴،۰۰۰) کے ہمراہ حج کیا اور ۹ ذی الحجہ کو جبل الرحمہ پر کھڑے ہو کر ایک تاریخی خطبہ دیا۔ خطبہ کے دوران بلالؓ اور ربیعہ بن امیہ بن خلفؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبے کے الفاظ کو دھراتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ان لوگوں تک پہنچ سکے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت دور تھے۔ (ابن ہشام)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسبیح و تکبیر کے بعد فرمایا۔ آپ میری بات غور سے سنیے کیونکہ عین ممکن ہے کہ مجھے اس کے بعد آپ سے اس مقام پر ملنے کا موقع نہ ملے۔ اے لوگو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہے اور اس کی اطاعت کرتے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری جان و مال اور عزت کو تمہارے آخری دم تک محفوظ رکھیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامعین سے پوچھا۔ کیا میں نے بحیثیت پیغمبر اپنا فرض ادا کر دیا ہے یا نہیں؟ اے اللہ! آپ ہی فرمایئے کہ جو ذمے داری آپ نے مجھے سونپی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں۔ حاضرین نے بلند آواز سے جواب دیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے لوگو! جو بات میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ میری آپ کے لئے یہ نصیحت ہے کہ امانت میں خیانت نہ کرو۔ امانت کو اصلی حالت میں لوٹاؤ۔ اے لوگو! زمانہ جاہلیت کی سود خوری اسلام میں حرام ہے۔ تم اپنا اصل مال واپس لے سکتے ہو، صرف سود حرام ہے۔ میں اس سلسلہ میں سب سے پہلے اپنے چچا عباسؓ کا واجب الادا سود ختم کرتا ہوں۔

اے لوگو! اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کو ناحق قتل کیا تو اس کی سزا بھی قتل ہوگی۔ لیکن اگر قتل غیر ارادی طور پر ہو تو اس کو دیت کی صورت میں ایک سو اونٹ ادا کرنے ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامعین سے پھر پوچھا۔ کیا میں نے بحیثیت پیغمبر اپنا فرض ادا کر دیا ہے یا نہیں۔ اے اللہ آپ ہی فرمایئے کہ جو ذمہ داری آپ نے مجھے سونپی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں۔ حاضرین نے بلند آواز سے جواب دیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اے لوگو! جان لو کہ آج ابلیس مایوس ہو چکا ہے۔ کیونکہ وہ جان چکا ہے کہ تمہارے ملک میں اس کی پیروی کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ مگر مت بھولو کہ شیطان پھر بھی تمہارا تعاقب کرتا رہے گا۔ لہٰذا تم لوگ ہمیشہ ہوشیار رہو۔ تاکہ شیطان بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں میں مداخلت کر کے تمہارے دین کی جڑیں کھوکھلی نہ کر سکے۔ اے لوگو! اسلام میں حرمت کے مہینے وہی ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے یعنی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ تم ایک عام مہینے کو حرمت کے مہینوں میں جگہ نہ دو۔ اے لوگو! اب میں تمہاری عورتوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں۔ تمہاری عورتیں تم پر حق رکھتی ہیں اور تم بھی ان پر حق رکھتے ہو۔ ان کا فرض ہے کہ تمہاری عزت و آبرو کی حفاظت کریں اور جنہیں تم پسند نہیں کرتے انہیں گھر میں نہ آنے دیں۔ ہاں اگر وہ اپنے فرائض میں کوتاہی کرتی ہیں۔ تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ ان سے دوری اختیار کرو اور بوقت ضرورت مارو بھی لیکن شدت سے نہیں۔ اگر وہ اپنے فرائض انجام دیں تو تمہارا فرض ہے کہ انہیں اچھی غذا اور مناسب لباس فراہم کرو۔ تمہاری عورتیں تمہارے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ ان سے حسن سلوک اور شفقت و مہربانی کا برتاؤ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق ان سے نکاح کرو۔ (مسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار پھر پوچھا۔ کیا میں نے بحیثیت پیغمبر اپنا فرض ادا کر دیا ہے یا نہیں۔ اے اللہ! آپ ہی فرمایئے جو ذمے داری آپ نے مجھے سونپی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے ایک

بھائی دوسرے بھائی کے مال میں اس کی رضا مندی کے بغیر دست اندازی نہیں کر سکتا۔ اے لوگو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن زنی مت کرنا۔ بلکہ اسلامی اخوت و پیار سے رہنا، میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوڑ کر جاؤں گا اگر تم نے ان پر عمل کیا تو وہ تمہیں گواہی سے بچاتے رہیں گے۔

اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا امجد بھی ایک ہے تم سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ جن کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔ چنانچہ تم سب کا خمیر بھی مٹی ہے۔ اسلئے تم میں سے کوئی کسی دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتا۔ نہ عربی عجمی پر اور نہ عجمی عربی پر بلکہ اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

اے لوگو! سامعین کو چاہیے کہ میری یہ بات ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ تاکہ میری بات سب مسلمانوں تک پہنچ جائے۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے لئے میراث سے ایک حصہ مقرر فرمایا۔ لہٰذا ایسی وصیت مت کرنا کہ کسی وارث کو اس کے حصہ سے زیادہ ملے اور دوسروں کی حق تلفی ہو۔ ہاں اگر تم کسی غیر رشتہ دار کے لئے وصیت کرنا چاہو تو تمہاری وراثت کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامعین سے فرمایا تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو تم لوگ کیا کہو گے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم و تبلیغ کی اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرمایا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور تین بار فرمایا۔ ''اے اللہ آپ گواہ رہیے۔ اے اللہ آپ گواہ رہیے۔ اے اللہ آپ گواہ رہیے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے السلام علیکم کہہ کر خطبہ ختم کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ سے فارغ ہو چکے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور

تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔'' (المائدہ: ۳)

یہ خوشخبری سن کر اکثر صحابہ کرامؓ بہت خوش ہوئے۔ لیکن ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ عمرؓ یہ آیت کریم کو سن کر رونے لگے۔ ساتھیوں نے سبب پوچھا۔ عمرؓ نے فرمایا ہر کمال کے بعد نقص ہی تو ہے۔ (بخاری)

یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس روز عید کا جشن مناتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے خوب یاد ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت محمدؐ پر عرفات کے میدان میں یوم عرفہ کو نازل ہوئی اور اس دن جمعہ بھی تھا۔ پس ہم مسلمانوں نے اس دن دو عیدیں منائیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث

حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو المنذرؓ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے سب سے افضل کونسی آیات ہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا: ''اے ابو المنذرؓ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے افضل کونسی آیات ہیں؟'' میں نے عرض کیا: آیت الکرسی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر (شاباش کا) ہاتھ مارا۔ اور فرمایا: ''اے ابو المنذرؓ! تجھے علم مبارک ہو''۔ (مسلم شریف)

نوٹ: کیونکہ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفتیں اور ناموں کی جڑیں مذکور ہیں۔

تصانیف اور قارئین کرام کے خطوط

۱۔ہم نے اسلام کیسے قبول کیا	1. How Islam touched their hearts
۲۔شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات	2. Speeches for an Inquiring Mind
۳۔اہلِ فکر کے لئے یاددہانی	3. Reminders for the people of Understanding
۴۔مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات	4. Historical Sites of Madina Munawwarah
۵۔مکّہ مکرمہ کے سبق آموز واقعات	5. Inspiring Events of Makkah Mukarramah

☆ امتیاز صاحب۔ میرا نام شہناز بیگم ہے۔ میں ایک برٹش انڈین مسلم ہوں۔ میری پیدائش اور نشوونما برطانیہ میں ہوئی مجھے آج تک انڈیا کسی اسلامی ملک جانے کا موقع نہیں ملا۔ مجھے اسلام سمجھنے میں بہت مشکل پیش آرہی ہے گو میں تین سال کی عمر سے اسلامی تعلیم کے لئے ٹیوشن پڑھ رہی ہوں۔ البتہ میں نے آپ کی کتابوں کو مفید اور دلکش پایا۔ یہ کتب میرا بھائی اپنے شام کے سفر کے دوران لایا۔ ان کتابوں کی زبان سادہ ہے اور میرے لئے ان کا سمجھنے بہت آسان ہے۔ غالباً یہ اس لئے کہ آپ امریکی ہیں اور آپ کا طرز تحریر میرے لئے موزوں ہے۔ میں اس وقت یونیورسٹی لاء کی طالبعلم ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے اپنی دیگر تصانیف بھی ارسال فرما دیں۔ شہناز۔ برطانیہ ۵ نومبر ۲۰۰۱ء

☆ مجھے آپ کی کتاب 'Speeches for an Inquiring Mind' (شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات) پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ حدیث اور فقہ کے علاوہ انمول قرآنی تعلیمات سے مزین ہے۔ درحقیقت اس کتاب کے مضامین جنوبی افریقہ کے اسلامی اسکولوں کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اس پوری کتاب کو کما حقہ یہاں شائع کر کے اسلامی اسکولوں کے سلیبس میں شامل کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ نذیر احمد تالیہ۔ جنوبی افریقہ ۶ جنوری ۲۰۰۲ء

☆ میں ایم۔ بی۔ اے ہوں اور بطور لیکچرر کام کررہا ہوں میں نے حال ہی میں ہندو مذہب

کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کیا ہے۔ میں نے آپ کی تین کتابیں (Speeches, Reminders, New Muslims) پڑھیں اور انہیں نہایت مفید اور آپ کے طرز تحریر کو مؤثر پایا۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ ایسے نیک کاموں کو جاری رکھیں۔ محمد زبیر۔ انڈیا ۲۸ مئی ۲۰۰۳ء

☆ جونہی میں نے آپ کی کتاب 'ہم نے اسلام کیسے قبول کیا؟' پڑھنی شروع کی میں اسے آخری صفحہ تک پڑھے بغیر نہ چھوڑ سکا۔ یہ کتاب نہ صرف غیر مسلموں کے لئے مفید ہے بلکہ یہ مسلمانوں کے ایمان کو بھی تقویت دیتی ہے اور اُن کو موثر دعوت تبلیغ کے طریقے سے آشنا کرتی ہے۔ جعفر قاسم۔ زمبابوے۔ مارچ ۲۰۰۲ء

☆ میں نے آپ کی کتاب 'ہم نے اسلام کیسے قبول کیا؟' پڑھی اور اسے نہایت دلکش پایا۔ میں صرف یہ کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور ہم نوجوان مسلمانوں کو بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ سہادہ ماہامہ۔ گھانا افریقہ ۱۴ ستمبر ۲۰۰۱ء

☆ میں آپ کی کتاب Speeches پڑھ کر حیران رہ گیا کہ آپ نے بہت مشکل امور کو کتنے سادہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اس کتاب کے مضامین وقتاً فوقتاً اپنے کمیونٹی کے اخبار میں شائع کرسکوں۔ محمود نورانی۔ کینیا۔ افریقہ ۲۸ جنوری ۲۰۰۱ء

☆ میں نے آپ کی صرف دو کتابیں پڑھی ہیں جو کہ یقیناً عجیب وغریب ہیں۔ میں نے لاتعداد اسلامی کتب کا مطالعہ کیا ہے لیکن آج تک ایسی مفید، سادہ اور واضح طرز تحریر نہیں پائی۔ ان کتابوں کے مضامین میری جیسی نوجوان مسلمان کے تجسس اور ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ ذکیہ۔ برطانیہ ۱۱ مارچ ۲۰۰۲ء

☆ میں نے آپ کی کتاب 'ہم نے اسلام کیسے قبول کیا؟' پڑھی۔ اس نے میرے دل ودماغ پر ایسا اثر کیا کہ اس کے مطالعہ کے دوران میری آنکھوں سے بے ساختہ طور پر آنسو بہہ رہے تھے۔ مجھے پتہ چلا کہ میرے مسلمان بھائی اسلامی تبلیغ کا کام نہایت تن دہی سے

سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اس عمل سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ میں وہ کام نہیں کررہا جو مجھے بحیثیت مسلمان کرنا چاہئے۔ عبدالرحیم بابران۔ فلپین ۲۳ اپریل ۲۰۰۳ء

☆ میں نے آپ کی کتاب 'Speeches' پڑھی جو کہ مدینہ میں حج کے دوران بطور ہدیے تقسیم کی گئی۔ مجھے کتاب پڑھ کر دلی مسرت ہوئی یقیناً آپ کی کتاب سبق آموز، تبلیغ کی شاہکار اور علمی لحاظ سے اعلیٰ ورافع ہے۔ اسلام کے فروغ کے لئے آپ کی حکمت اور دوراندیشی بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اس خط کا مقصد یہ ہے کہ آپکی اجازت سے اس کتاب کو افریقہ کی لوکل زبان ہوسا (Hausa) میں ترجمہ کرسکوں۔ اس طرح سے پورا براعظم افریقہ اس سے مستفید ہوسکے گا۔ محمد الامین توقر۔ نائیجریا۔ افریقہ ۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء

☆ میں نے آپ کی کتاب 'ہم نے اسلام کیسے قبول کیا؟' پڑھی اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا۔ مجھ پر اسلام کی سچائی اور اہمیت مزید واضح ہوگئی۔ میں آج سے اسلام پر اور زیادہ کاربند ہونگی۔ اور آپ کی تعلیم وتبلیغ کی بے لوث خدمات سے بے حد متاثر ہوں۔ صفات بیگم۔ برما ۲ مئی ۲۰۰۳ء

☆ آپکی کتاب Reminders قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بھرپور ہے۔ اس میں روزمرہ کے مسائل اور انکا حل درج ہے تاکہ انسان ایک پاکیزہ زندگی بسر کرسکے۔ کتاب کا سادہ بیان اور مؤثر طرزِ تحریر قابلِ ستائش ہے۔ ڈاکٹر اصغر علی شیخ۔ مدینہ منورہ۔ جون ۲۰۰۱ء

☆ آپ کی کتاب 'Speeches' میری پسندیدہ اسلامی کتابوں میں سے ایک ہے۔ میں نے کتاب کے عنوان کو بہت دلکش پایا۔ طرزِ تحریر اور بیان میں روانی بھی قابلِ تعریف ہے۔ اس کا ہر مضمون متوازن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اب مجھے آپ کی کتاب Reminders بھی مل گئی ہے۔ یہ بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر شکیل فاروقی۔ مدینہ منورہ ۲۹ نومبر ۲۰۰۱ء

☆ میرا نام میڈور سلیمیٰ (Meddour Salima) ہے۔ میرے عمر ۱۹ سال ہے۔ میں نے

آپ کی کتاب 'ہم نے اسلام کیسے قبول کیا؟' پڑھی اور اسے بے حد دلچسپ پایا۔ میں حیران ہوں کہ ان نوجوانوں نے کیسے اسلام قبول کیا۔ پھر ان کی زندگیوں میں کیا تغیر آیا اور بالآخر انہوں نے اسلام کی خدمت کتنی خوبی اور محنت سے سرانجام دیں۔ میں دعا کرتی ہوں کہ میری شادی بھی کسی ایسے نوجوان سے ہو۔ میڈور سلیمی۔ الجزائر دسمبر ۲۰۰۳ء

☆ امتیاز بھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک لڑکا عطا فرمایا ہے، میں نے اس کا نام آپکے نام پر امتیاز احمد رکھا ہے۔ مہربانی کر کے دعا کریں کہ یہ بھی آپکی طرح ذہین، مخلص اور مذہبی سوچ والا ہو۔ اور آپ کی دیگر خوبیوں کا حامل بھی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اسلامی خدمات کو قبول فرمائیں اور آپ کو جنت فردوس میں جگہ دیں۔ فاطمہ بیلو، ابوجا، نائیجیریا، ۱۹ جنوری ۲۰۱۲ء

☆ مجھے آپ کا ویب سائٹ Google سے ملا۔ میں نے آپکی کتب کو اسلامی تعلیم کے فروغ کے لئے بہت مفید پایا۔ میں ان کا Malay زبان میں ترجمہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں Malay زبان کی سند یافتہ مترجم اور ایڈیٹر ہوں۔ پس آپ کی اجازت کی طلبگار ہوں۔ Puteri Suriyani Megat Wazir، ملائشیا، ۲۵ مارچ ۲۰۱۲ء

☆ میری شادی چار ماہ قبل ہوئی ہمیں بہت تحفے ملے۔ میرے چچا نے ہمیں آپ کا لکھا ہوا شادی کا خطبہ بطور تحفہ دیا۔ یہ سب سے اچھا تحفہ تھا۔ ہم دونوں اس سے اب تک مستفید ہو رہے ہیں۔ عاکیف اے وہاب، سری لنکا، ۱۲ جنوری ۲۰۱۲ء

☆ میں نے آپکی کتاب Reminders پڑھی۔ آج تک میں نے جتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ یہ ان سب سے اچھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مسلمان آپ کے بیان کردہ ملاقات کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں تو امت مسلمہ کی سماجی زندگی بہت بہتر ہوسکتی ہے۔ آپ کی کتاب اسلئے سب سے ممتاز ہے۔ کیونکہ اس کا طرز بیان بہت سادہ ہے اور ہر بات کی آسانی سے سمجھ آجاتی ہے۔ میں اللہ کا شکرگزار ہوں، جس نے مجھے اس اسلامی تعلیم سے مزین کیا۔ ٦ جون ۲۰۱۱ء انس فاروق، پاکستان۔

ایک نئی مسلمہ کی ای میل (email)

برادرم امتیاز احمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے ۲۰۰۵ء میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مجھے آپ کی کتاب Reminders ملی۔ اس سے مجھے روحانی طور پر بہت فائدہ ہوا۔ اس لئے میں نے آپ کی دوسری کتابیں بھی آپ کے ویب سائٹ سے پڑھیں۔ میری دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ میں ایک کے بعد ایک ورق الٹتی جاتی۔ درحقیقت آپ کی کتابیں بہت دلکش اور بنی نوع انسان کے لئے بے حد مفید ہیں۔ امتیاز بھائی، میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ نے یہ غیر معمولی کتابیں تصنیف کیں۔ جن سے مجھے اور میرے ملک کے دوسروں لوگوں کو بے حد خوشی اور دینی ترقی نصیب ہوئی۔

آپ یہ پڑھ کر حیران ہونگے کہ میں نے اسلام صرف آٹھ سال پہلے قبول کیا۔ مجھے اسلامی زندگی بہت پسند ہے۔ اب میں دل ہی دل میں سوچتی ہوں کہ میں نے اس سے پہلے ہی اسلام کیوں نہ قبول کیا۔ میرا اسلام کی طرف سفر بہت دلچسپ ہے۔ میں ۱۹۶۹ء میں ایک کرسچین (نصرانی) گھر میں نائیجیریا میں پیدا ہوئی۔ ہم چھ بہنیں ہیں اور میرے دو بھائی ہیں۔ میرے والد صاحب میرے بچپن میں ہی ۱۹۷۲ء میں فوت ہوگئے۔ اور میری فیملی دوحصوں میں بٹ گئی۔ میری ماں اور میرے کچھ بھائی اور بہنیں ہمارے چچا کے پاس ایک دور دراز گاؤں میں منتقل ہوگئے، جبکہ میری دو بڑی بہنیں اپنی ممانی صاحبہ کے پاس شہر میں ہی مقیم رہیں۔ اس گاؤں میں میرے پرائمری اسکول کے قریب ایک بڑی مسجد تھی میں اکثر مسلمانوں کو صف بہ صف کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے دیکھتی۔ ان کی نماز کی ادائیگی کا طریقہ مجھے بہت اچھا لگتا اور مجھے اسلام میں بے حد دلچسپی پیدا ہوگئی۔ میں اپنی ماں سے اکثر کہتی کہ میں مسلمان بننا چاہتی ہوں۔ وہ ہر بار مجھے سختی سے منع کردیتی، میں اپنی اماں جان کو ہرگز ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے میں کرسچین ہی رہی۔ البتہ میں نے قسم کھائی کہ میں ایک نہ ایک دن ضرور مسلمان ہوجاؤں گی۔

میری بڑی دونوں بہنیں ایک مسلم محلہ میں مقیم تھیں۔ وہ اپنے اردگرد مسلمانوں کے صاف

ستھرے طرز معاشرت اور کردار سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئیں اور دو مسلمان نوجوانوں سے شادی کر لی۔ انہوں نے اسلامی تعلیم و تربیت حاصل کی اور اب اپنے بچوں کی نہایت اعلیٰ طریقہ سے نشوونما کر رہی ہیں اور اپنی اسلامی زندگی سے بہت مطمئن ہیں۔

میری امی جان اپنے دامادوں کے حسن اخلاق سے بہت خوش ہوئی اور اسلام میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کو دیکھ دنگ رہ گئی۔ اس ذاتی تجربے کی بنا پر امی جان نے بھی مجھ سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔ میری امی جان نے اپنے دیگر بچوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ عنقریب وہ خود اسلام کی خوبیاں دیکھ کر اسلام قبول کر لیں گے۔

اب میں نے بھی اسلامی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں اور گاہے بگاہے اسلام کے بارے میں سوال کرتی رہتی۔ میں دل ہی دل میں سوچتی کہ پانچ وقت نماز ادا کرنا۔ عربی زبان میں قرآن پڑھنا۔ رمضان میں روزے رکھنا اور عورت کا اسلامی لباس میں ملبوس رہنا بہت کٹھن چیزیں ہیں۔ پس ذہنی طور پر مجھے اسلام قبول کرنے میں بہت ہچکچاہٹ محسوس ہوئی۔ گھر میں نماز کے وقت اپنی امی کو جگاتی لیکن اپنے آپ ذہنی طور پر تیار نہ کر پاتی۔ دراصل اس وقت میں کسی بھی مذہب پر کاربند نہ تھی۔ گویا میں ذہنی طور پر ایک گمشدہ عورت تھی۔

بالآخر ۱۹۹۷ء کے رمضان المبارک کے دوران مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور میں نے بہت سوچ بچار کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ اس سے مجھے بہت خوشی اور سکون نصیب ہوا۔ میں نے ایسے محسوس کیا کہ میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اٹھ گیا ہے۔ آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ اب تک ہم میں سے پانچ بہنوں اور میرے ایک بھائی نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں میری اماں جان کے کردار کو دیکھ کر میرے کئی رشتہ داروں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ہم سب امی جان کو اسلام کی ملکہ مانتے ہیں، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے سیدھے راستے پر قائم اور دائم رکھے۔ آمین۔ ۱۵/جون ۲۰۰۵ء Zulia Mohameed Nigera

نوٹ: یقیناً یہ ای میل ہم سب پیدائشی اور روائتی مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی یاددہانی ہے، میں حیران ہوں کہ نئے مسلمان اپنی سماجی اور گھریلو مشکلات کے باوجود کتنے اخلاص اور ہمت سے اسلامی فرائض کو سرانجام دیتے ہیں۔ کاش ہم روائتی مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اخلاص سرایت کر جائے۔ آمین امتیاز احمد